طلوعِ خلافت

خلافت کے زیرِسایہ پاکستان کے لیے ایک جامع ویژن
اور اسلامی دستور کس طرح نشاۃِ ثانیہ پر مبنی پالیسیاں جنم دے گا

حزب التحریر ولایہ پاکستان

فہرست

تمہید 3
ریاستی محصولات اور اخراجات 7
بجلی کا بحران 20
مہنگائی 24
فوجی نظریہ 31
بھارت 47
تعلیم 52
بلوچستان 60
کراچی 66

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید: خلافت کا دوبارہ قیام

برطانوی استعمار کے قبضے کے نتیجے میں برصغیر میں اسلامی دورِ حکومت کے خاتمے اور اس کے بعد مسلمانوں کی خلافتِ عثمانیہ کے انہدام کے بعد سے ہم دہائیوں سے آمریت اور جمہوریت کے پے درپے ادوار میں پستے چلے آرہے ہیں، باوجود یہ کہ پاکستان کو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔

البتہ اب کئی سالوں سے پوری امت کے اندر اسلام کی بطور ریاست وحکومت واپسی کے نمایاں آثار نظر آرہے ہیں۔ تیونس سے شام تک اور شام سے انڈونیشیا تک پوری امت میں اسلام کی پکار زور پکڑ چکی ہے۔ پاکستان بھی کسی سے پیچھے نہیں اور ہمارے دشمن پاکستان کے متعلق خوف زدہ ہیں کیونکہ پاکستان سب سے طاقتور مسلم ریاست ہے۔

دسمبر 2006 اور فروری 2007 کے درمیان 'میری لینڈ یونیورسٹی' کے سروے میں، جو امریکہ کے ہوم لینڈ سیکورٹی کے شعبے کی مدد سے کیا گیا، میں بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت یہ خواہش رکھتی ہے کہ ''تمام اسلامی ممالک کو ایک اسلامی ریاست یا خلافت کی شکل میں اکٹھا کر دیا جائے''۔

امریکی میڈیا نے اپنی توجہ اُس عظیم الشان کانفرنس پر مرکوز رکھی جو حزب التحریر نے انڈونیشیا میں 12 اگست 2007 کو منعقد کی، جس میں خلافت کے دوبارہ قیام کی دعوت دی

گئی تھی اور جس میں تقریباً ایک لاکھ مسلمانوں نے شرکت کی تھی۔

کئی سالوں سے امریکہ اس بات پر فکرمند ہے کہ خلافت کسی بھی مہینے پاکستان سے جنم لے سکتی ہے۔ مارچ 2009ء میں امریکی سینٹ کام (Centcom) کمانڈرز کے مشیر ڈیوڈ کلکلن David Kilcullen نے اپنے بیان میں کہا: ''پاکستان ایک ایسا ملک ہے جس کی آبادی 173 ملین ہے، اور اس کے پاس 100 نیوکلیئر ہتھیار ہیں، اور اس کی فوج امریکہ کی فوج سے بڑی ہے... ہم ایسے نقطے پر پہنچ گئے ہیں کہ ہم ایک سے چھ ماہ میں دیکھ رہے ہیں کہ پاکستانی ریاست ناکام ہو جائے گی... انتہاء پسند اقتدار میں آجائیں گے... اور یہ ایسی صورتِ حال ہے کہ آج کی دہشت گردی کے خلاف جنگ اس خطرے کے سامنے کچھ بھی نہیں''۔

اور نومبر 2009 میں آرٹیکل: '' ہتھیاروں کی حفاظت- کیا غیر مستحکم پاکستان میں ایٹمی ہتھیار محفوظ رکھے جا سکتے ہیں؟'' میں بیان کیا گیا: ''بنیادی خطرہ بغاوت کا ہے- کہ پاکستانی فوج کے اندر موجود انتہاء پسند تختہ الٹ دیں... اوباما انتظامیہ کے ایک سینئر عہدیدار نے حزب التحریر کا تذکرہ کیا... جس کا ہدف خلافت کا قیام ہے: یہ لوگ پاکستان کی فوج میں جڑیں بنا چکے ہیں اور فوج میں ان کے گروپ (cells) موجود ہیں۔''

اور جہاں تک ہندو ریاست کا تعلق ہے، تو اسی مضمون میں بھارتی انٹیلی جنس ایجنسی 'را' کے سینئر عہدیدار نے 16 نومبر 2009ء کو نیویورکر میگزین میں کہا: ''ہمیں پاکستان کے ایٹمی ہتھیاروں کے متعلق ڈر ہے۔ اس وجہ سے نہیں کہ کہیں مولوی ملک پر قبضہ نہ کر لیں۔ ہمیں پاکستان کی فوج میں موجود اُن اعلیٰ افسران سے خطرہ ہے جو خلافت پسند ہیں... کچھ لوگ جن کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں یہ خواہش رکھتے ہیں کہ وہ اسلامی فوج کی قیادت کریں''۔

پاکستان میں ایک زبردست تبدیلی واقع ہو رہی ہے اور حالیہ سالوں میں اس ضمن میں کافی پیش رفت بھی ہوئی ہے۔ عوام نے جمہوریت اور آمریت کو مسترد کر دیا ہے کیونکہ یہ

استعمار کے ہتھکنڈے ہیں۔ عوام یہ سمجھ چکے ہیں کہ ان دونوں نظاموں پر اسلام کا شائبہ تک بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لوگ یہ سمجھ چکے ہیں کہ کوئی بھی قیادت جو موجودہ نظام میں داخل ہو گی وہ مزید ناکامی، کوتاہی اور مسائل کو جنم دے گی۔ اب لوگوں کے درمیان ہونے والی روزمرہ کی گفتگو بھی اس نہج پر پہنچ چکی ہے کہ لوگ اب یہ سوال کر رہے ہیں کہ کیسے اسلام ان کے معاملات کو منظّم کرے گا۔ لوگ اب اسلام پر مبنی دستور کی تفصیلات پوچھ رہے ہیں جو قرآن اور سنت سے ماخوذ ہے۔

حزب التحریر نے خلافت کے متعلق علم کا ایک پورا ڈھانچہ تیار کر رکھا ہے جس میں ۱۹۰ دفعات پر مشتمل مسودہ دستور شامل ہے اور ان تمام دفعات کے اسلامی دلائل بھی بیان کیے ہیں۔ حزب کی تیار کردہ کتابوں کی ایک طویل فہرست ہے، یہ کتابیں ان نظاموں اور پالیسیوں کی تفصیلات پر مشتمل ہیں جنہیں خلافت میں نافذ کیا جائے گا۔ جہاں تک پاکستان میں حزب التحریر کے کام کا تعلق ہے تو سالوں سے شباب براہ راست مباحث، سیمیناروں، Presentations، پمفلٹوں، کتابچوں، پریس ریلیز، ویڈیوز اور آڈیو اور دیگر اسالیب کے ذریعے پاکستان کے لیے اسلام کے ویژن کو واضح کرتے رہے ہیں۔ اور انہی کاوشوں کے سلسلے میں حزب التحریر ولایہ پاکستان نے یہ کتابچہ ''طلوعِ خلافت'' جاری کیا ہے۔

یہ کتابچہ پاکستان کو درپیش موجودہ مسائل میں سے چند مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں خلافت کے ویژن کو اجاگر کرتا ہے:

1- ریاستی محصولات (Revenue) اور اخراجات (Expenditure)
2- بجلی
3- مہنگائی
4- فوجی نظریہ
5- بھارت
6- تعلیم

7- بلوچستان

8- کراچی

یہ کتابچہ یہ واضح کرتا ہے کہ آمریت اور جمہوریت کا پاکستان کے مسائل کو حل کرنا تو درکنار، یہی ان مسائل کی وجہ ہیں۔ یہ کتابچہ لوگوں کو دعوت ہے کہ وہ حزب التحریر کے ساتھ خلافت کی تفصیلات کا مطالعہ کریں اور حزب کے ساتھ مل کر خلافت کو قائم کرنے کے لیے کام کریں۔ اور یہ ان لوگوں کو نصیحت ہے جو اب بھی انسان کے بنائی ہوئی کرپٹ آمریت اور جمہوریت میں یقین رکھتے ہیں کہ وہ ان نظاموں کو مسترد کر دیں اور اپنی کوششوں کا رخ خلافت کے دوبارہ قیام کی طرف موڑ دیں۔

((تَكُونُ النُّبُوَّةُ فِيكُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ تَكُونَ ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا. ثُمَّ تَكُونُ خِلافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ، فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَرْفَعَهَا . ثُمَّ تَكُونُ مُلْكاً عَاضًا، فَيَكُونُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ يَكُونَ ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا. ثُمَّ تَكُونُ مُلْكاً جَبْرِيَّةً، فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ تَكُونَ ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا. ثُمَّ تَكُونُ خِلافَةً عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ))

''تمہارے اندر دورِ نبوت موجود رہے گا جب تک اللہ چاہے گا، پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اسے ختم کردے گا۔ پھر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت قائم ہوگی جو اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اسے ختم کردے گا۔ پھر موروثی حکمرانی کا دور ہوگا جو اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہے گا، پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اسے ختم کردے گا۔ پھر جابرانہ حکومت کا دور ہوگا جو اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہے گا، پھر جب اللہ اسے ختم کرنا چاہے گا تو اسے ختم کردے گا۔ پھر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت قائم ہوگی۔ پھر آپ ﷺ خاموش ہوگئے۔'' (مسند احمد)

1) ریاستی محصولات (Revenues) اوراخراجات (Expenditures)

ا) مقدمہ: جمہوریت اور آمریت کے ذریعے معاشی استحکام ممکن نہیں ہے۔ یہ دونوں نظامِ حکومت کرپٹ ہیں کیونکہ یہ نظام محصولات اوراخراجات کے متلعق ایسی پالیسیاں بنانے کی اجازت دیتے ہیں جواستعماری طاقتوں اوران کے ایجنٹ پاکستانی حکمرانوں کے مفادکو پورا کریں۔

ریاست کے خزانے میں محاصل کی اچھی اور بڑی مقدار لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے اور ریاست کے امور جیسے دفاع، صحت اور تعلیم کو چلانے کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ لیکن پاکستان کے موجودہ نظام، خواہ جمہوریت ہو یا آمریت دونوں ہی کافر استعماری طاقتوں اور سیاسی وفوجی قیادت میں موجود غدار ایجنٹوں کے چھوٹے سے ٹولے کے معاشی مفادات کا تحفظ کرتے ہیں۔ اس مقصدکو پورا کرنے کے لیے عالمی بینک، آئی.ایم.ایف (I.M.F) حکومت کے ساتھ مل کر ٹیکس اورنجکاری کی انتہائی تضحیک آمیز پالیسیاں بنائی جاتی ہیں۔ ان پالیسیوں کے نتیجے میں عوام کواُن عوامی اثاثوں سے محروم کردیا جاتا ہے جن سے بہت بڑی مقدار میں محصول حاصل ہوسکتا ہے۔ جبکہ ریاست کے معاملات کو چلانے کے لیے درکار محاصل کا سارا بوجھ عوام پر ڈال دیا جاتا ہے اوران کے لیے ٹیکسوں کا ناختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے جس کے نتیجے میں معاشی سرگرمیوں پر انتہائی منفی اثر پڑنا شروع ہوجاتا ہے اورعوام کے پاس جوتھوڑی بہت دولت بچتی ہے وہ اس سے بھی محروم ہوجاتے ہیں اوران کی غربت میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔ خوراک، لباس، رہائش، روزگار، وراثت، صحت اور تعلیم وہ بنیادی ضروریات ہیں جن کوسب کے لیے یقینی بنایا جانا چاہیے لیکن ان پر ٹیکس لگنے سے یہ چیزیں عوام کے لیے ضرورت کی بجائے مہنگی

آسائش بن جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ جہاں تک ٹیکس سے حاصل ہونے والی رقم کو خرچ کرنے کا تعلق ہے تو اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ کافر استعماری طاقتوں اور ان کے ایجنٹوں کی ضروریات کو پورا کیا جائے جس کے نتیجے میں عوام کے مسائل کے حل کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ اس بات سے قطع نظر کہ حکمرانی میں کون آتا ہے، آیا وہ جمہوری حکمران ہے یا آمر، اس استعماری نظام میں پاکستان کے محاصل اور اخراجات کی حقیقت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مشرف اور شوکت عزیز کے دورِ حکمرانی میں پاکستان کی معاشی خودمختاری کی دھجیاں اڑائی گئیں اور یہ سلسلہ کیانی اور زرداری کے دورِ حکومت میں بھی جاری ہے اور آنے والے نئے ایجنٹ حکمرانوں کے دور میں بھی جاری رہے گا۔ اور ایسا صرف اس وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ جمہوریت اور آمریت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قوانین کو نافذ نہیں کیا جاتا بلکہ انسان اپنی خواہشات کے مطابق قوانین بناتے اور نافذ کرتے ہیں۔

ب) سیاسی اہمیت:

ب 1: معاشرے کو عوامی اثاثوں سے حاصل ہونے والے محاصل سے محروم کرنا

سرمایہ داریت، چاہے وہ جمہوریت یا آمریت کسی بھی ذریعے سے پاکستان میں نافذ ہو، نجکاری کے ذریعے ریاست اور عوام دونوں کو عوامی اثاثوں سے حاصل ہونے والے بہت بڑے محاصل کے ذخیرے سے محروم کر دیتی ہے جیسا کہ تیل، گیس اور بجلی۔ لہٰذا تیل، گیس اور بجلی کے قیمتی اثاثوں کے ملکی اور غیر ملکی مالکان ان اثاثوں سے زبردست محاصل اور منافع حاصل کرتے ہیں۔ آنے والی خلافت ان اثاثوں کو عوامی ملکیت قرار دے کر ان توانائی کے وسائل کو اُن ممالک کو برآمد کرے گی جن کی مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ دشمنی کا تعلق نہ ہو اور یوں کثیر محصول حاصل کرے گی۔ اس طرح سے خلافت اس بات کو یقینی بنائے گی کہ امت کی اس دولت کو امت کی فلاح و بہبود کے لیے استعمال کیا جائے نہ کہ ان عظیم وسائل سے چند لوگ یا کمپنیاں منافع کمائیں

اورحکومت اِن وسائل پر بڑے بڑے ٹیکس لگا کر عوام کی کمر توڑ دے۔ اس کے علاوہ سرمایہ داریت نجی ملکیت کے تصور کو فروغ دیتی ہے جس کے نتیجے میں وہ ادارے کہ جن کو بنیادی طور پر ریاست کی ملکیت میں ہونا چاہیے جیسے اسلحہ سازی، بھاری مشینری کی تیاری، ذرائع مواصلات، بڑی بڑی تعمیرات اور ٹرانسپورٹ، ان کا قیام بھی نجی شعبہ کی ذمہ داری بن جاتی ہے جس کے نتیجے میں عوامی مفادات کے تحفظ پر آنچ آتی ہے۔ آنے والی خلافت انشاً اللہ ایسے اداروں کو بنیادی طور پر سرکاری شعبے میں قائم کرے گی اور مقامی نجی کمپنیاں بھی ان شعبوں میں حکومت کی نگرانی میں کام کرسکیں گی تاکہ آج جس طرح سرمایہ دارانہ نظام میں نجی شعبہ کو عوامی مفادات کو پس پشت ڈال دینے کی اجازت دے رکھی ہے اس کا تدارک ہوسکے۔ یہی وجہ ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام میں دنیا میں دولت مند ترین وہ کمپنیاں ہیں جو توانائی، اسلحہ، بھاری مشینری، ادویات اور مواصلات کے شعبوں میں کام کررہی ہیں۔ لہٰذا حکومتوں کے پاس محاصل کے حصول کے لیے صرف ایک ہی حل رہ جاتا ہے کہ لوگوں پر مزید ٹیکس عائد کر کے ان کے لیے سانس لینا بھی دشوار کردے۔ اس کے علاوہ پاکستان کے معاملے میں ایجنٹ حکمران، استعماری طاقتوں کے ایماء پر غیر ملکی سرمایہ کاروں کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں جیسے مشینری اور دوسرے پیداواری وسائل کی درآمد پر ایکسائز ڈیوٹی کی شرح کو ان کے لیے کم کر کے، منافع پر ٹیکسوں کی چھوٹ، جس کو واپس بھیج کر غیر ملکی معیشت کو مضبوط کیا جاتا ہے۔ نیز پاکستان کی پیداواری صنعت کو غیر ملکی اداروں کے ہاتھوں تباہ و برباد کرایا گیا ہے کہ جس کا ثبوت خود حکومت کے غیر ملکی سرمایہ کاری کے اعداد و شمار ہیں۔ یہ اعداد و شمار مشرف اور شوکت عزیز کے دور حکومت میں بڑھتے رہے اور زرداری اور کیانی کی حکومت میں بھی یہی سلسلہ جاری ہے۔

ب2: ملک کی بڑی اکثریت پر ٹیکسوں کا بوجھ ڈال کر انھیں بدحال کیا جا رہا ہے جبکہ چند لوگ امیر سے امیر تر ہو رہے ہیں

آئی. ایم. ایف (I.M.F) کے زیر نگرانی مشرف اور شوکت عزیز کے دورِ حکومت اور

کیانی اور زرداری حکومت کے دوران بھی آمدنی اور اشیاء کی خریداری اور ان کے استعمال پر بہت بڑی تعداد میں ٹیکسوں کی بھرمار نے پاکستان کی معیشت کا گلا گھونٹ دیا ہے۔ 88-1987 میں کل محاصل 117,021 ملین، 03-2002 میں 706,100 ملین اور 12-2011 میں 2,535,752 ملین روپے تھے۔ ان محاصل میں سے براہ راست ٹیکسوں (Direct Taxes) یعنی انکم ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس اور کورپوریٹ ٹیکس کی مد میں 88-1987 میں 12,441 ملین روپے حاصل ہوئے اور پھر 03-2002 میں بڑھ کر 153,072 روپے اور 12-2011 میں 745,000 ملین روپے حاصل ہوئے۔ ان اعداد و شمار سے یہ واضح ہے کہ پہلے براہ راست ٹیکس کل محاصل کا 10 فیصد تھے جو بڑھ کر 20 فیصد اور پھر کیانی زرادی کے دور حکومت میں 12-2011 میں یہ کل محاصل کا 29 فیصد تک ہو گئے۔

اس کے علاوہ صرف انکم ٹیکس، جو کہ ریاست کے لیے محصول کا ایک اہم زریعہ ہے، 88-1987 میں اس کا کل محاصل میں حصہ 17 فیصد تھا جو 03-2002 میں 32 فیصد تک پہنچ گیا تھا۔ جس کا مطلب ہے کہ ملازمت پیشہ افراد پر ٹیکس کا بوجھ بڑھتا گیا جس نے ان کی مشکلات میں مزید اضافہ کر دیا۔ جب تک یہ کرپٹ نظام چلتا رہے گا چاہے کوئی بھی حکومت میں آ جائے صورتحال مزید خراب ہی ہوگی۔ حکومت نے 12-2011 میں صرف انکم ٹیکس کی مد میں 730,000 ملین روپے اکٹھے کیے جو 03-2002 میں حاصل ہونے والے کل محاصل کے برابر ہے۔ اس کے علاوہ 13-2012 کے بجٹ میں حکومت نے انکم ٹیکس کی مد میں اکٹھی ہونے والی رقم کا ہدف 914,000 ملین روپے رکھا ہے لیکن اس کے باوجود حکومت مزید ٹیکس لگانے کا اعلان کر رہی ہے جو در اصل مغربی استعماری طاقتوں کے مطالبے کے عین مطابق ہے تاکہ معیشت میں جو تھوڑا بہت باقی رہ گیا ہے اس کو بھی نچوڑ لیا جائے۔

اس کے علاوہ بلواسطہ ٹیکسوں (Indirect Taxes) کو دیکھا جائے، جن میں ایکسائز، بین الاقوامی تجارت پر ٹیکس، سیلز ٹیکس، گیس اور پیٹرولیم کی مصنوعات پر سرچارج اور اس

کے علاوہ سٹامپ ڈیوٹی، بیرون ملک سفر پر ٹیکس، موٹر وہیکل ٹیکس وغیرہ شامل ہیں۔ان ٹیکسوں کی مد میں 88-1987 میں 81,015 ملین روپے جمع ہوئے جو 03-2002 میں بڑھ کر 397,875 ملین ہو گئے۔ صرف سیلز ٹیکس کی مد میں حاصل ہونے والی رقم 87-1988 میں کل محاصل کا 9 فیصد تھی جو مشرف اور شوکت عزیز کے دورِ حکومت میں 43 فیصد تک پہنچ گئی۔ اس سیلز ٹیکس کی وجہ سے لوگوں کے لیے ادویات، خوراک اور زراعت اور صنعت کی پیداوار میں استعمال ہونے والے خام مال کی خریداری اس حد تک تکلیف دہ بن گئی ہے کہ ان کے لیے معیشت میں اپنا حصہ ڈالنا اور اپنی بنیادی ضروریات کو پورا کرنا ناممکن ہو گیا ہے۔ اس قسم کی ٹیکس پالیسی معاشرے میں دولت کے چند ہاتھوں میں ارتکاز کا باعث بنتی ہے اور معاشرے کا وہ طبقہ جو سیڑھی کی سب سے نچلی جگہ پر ہے بری طرح سے متاثر ہوتا ہے کہ وہ کیا کمائے اور کیا خرچ کرے۔ اس صورتحال کے تسلسل کے نتیجے میں زراعت اور صنعتی شعبہ مزید تباہ ہو جاتا ہے اور چند لوگوں کے ہاتھوں میں دولت کا ارتکاز مزید بڑھتا ہے۔ اور اگر یہی نظام جاری وساری رہا تو یہ صورتحال مزید خراب تر ہوتی جائے گی۔حکومت نے 12-2011 میں جنرل سیلز ٹیکس کی مد میں 852,030 ملین روپے اکٹھے کیے تھے اور 13-2012 کے بجٹ میں اس کا ہدف بڑھا کر 1,076,500 ملین روپے کر دیا ہے!

اس سرمایہ دارانہ نظام نے اس بات کو یقینی بنایا ہے کہ صرف سیلز ٹیکس اور انکم ٹیکس کی مد میں حاصل ہونے والی رقم حکومت کے کل محاصل کا 60 فیصد بن جاتے ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ حکومت کے لیے درکار محاصل کا بہت بڑا حصہ عوام کے حق پر ڈاکہ ڈال کر حاصل کیا جا رہا ہے جس کے نتیجے میں وہ ضروری اشیاء کی خریداری سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ یہ کرپٹ نظام اسی قسم کی خرابی کو ہی پیدا کرتا ہے کیونکہ اس کو بنایا ہی اس طرح گیا ہے کہ وہ عوام کی ضروریات سے غفلت برتے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تمام لوگ جو اس نظام میں اقتدار حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ بھی اس بات کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ ٹیکسوں میں مزید اضافہ کیا جائے۔ جہاں تک انکم ٹیکس کا تعلق ہے، تو یہ نظام اس ٹیکس کے ذریعے لوگوں کی اس محنت کی کمائی پر ٹیکس لگاتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنی بنیادی

ضروریات اور چندآسائشوں کی تکمیل کی امید رکھتے ہیں بجائے اس کے کہ اُن کی اس فاضل دولت پرٹیکس لگتا جو ان کی بنیادی ضروریات اور چندآسائشوں کو پورا کرنے کے بعد بچتی ہے۔ اسی طرح سیلزٹیکس کی صورت میں بھی ان اشیاء پرٹیکس لگایا جاتا ہے جو کہ لوگوں کی بنیادی ضروریات اور چند آسائشوں کو پورا کرنے کی اشیاء ہیں بجائے اس کے کہ صرف لوگوں کی اس فاضل دولت پر ٹیکس لگتا جو ان کی بنیادی ضروریات اور چندآسائشوں کو پورا کرنے کے بعد بچتی ہے۔ اس تمام تر صورتحال کے باوجود غدار ایجنٹ حکمران اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ یہ نظام ''عوام کے لئے (for the people)'' ہے۔ اس کے برعکس خلافت میں نہ تو انکم ٹیکس ہوتا ہے اور نہ ہی سیلزٹیکس، کیونکہ بنیادی طور پر نجی ملکیت ''نا قابل دستِ اندازی'' ہے۔ ٹیکس صرف اس فاضل دولت پر لگتا ہے جو بنیادی ضروریات اور چندآسائشوں کو پورا کرنے کے بعد بچتی ہے اور یہ ٹیکس بھی ریاست انتہائی سخت شرائط کو پورا کرنے کے بعد ہی عائد کرسکتی ہے۔ کم ٹیکس کی یہ پالیسی اس لیے ممکن ہوتی ہے کیونکہ ریاست خلافت کے پاس عوامی اور ریاستی اثاثوں سے محاصل کے حصول کا ایک بہت بڑا ذریعہ موجود ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مزید محصول کے لیے زرعی اور صنعتی شعبے سے ٹیکس حاصل کرنے کے لیے منفرد قوانین کا ایک نظام بھی موجود ہوتا ہے۔

ب3: موجودہ نظام میں ریاستی اخراجات میں استعماری طاقتوں اور ان کے ایجنٹ حکمرانوں کے مفادات کی تکمیل کو فوقیت دی جاتی ہے

امت کو اس کے محاصل کے ذرائع سے محروم کرنے، نیز کمانے اور خرچ کرنے کی صلاحیت کو محدود کرنے کے بعد، حکومت استعماری ممالک سے سودی قرضے حاصل کرتی ہے۔ یہ قرضے بنیئے سے حاصل کردہ قرضوں کی مانند ہوتے ہیں جن کا مقصد پاکستان کو قرضوں کے بوجھ تلے دبا کر رکھنا ہے تاکہ ان قرضوں کی ادائیگی کے نام پر پاکستان کے قیمتی اثاثوں کو ہتھیا لیا جائے اور پاکستان کو اس قابل ہی نہ چھوڑا جائے کہ وہ کبھی بھی اپنے پیروں پر کھڑا اور مغربی استعمار کے لیے کوئی چیلنج بن سکے۔ پاکستان کا کل قرضہ 2000-1990 کے عرصے میں 15,451 ارب

ڈالر تھا جبکہ اس عرصے کے دوران 36,111 ارب ڈالر ادا بھی کیے گئے۔ کئی دہائیوں سے پاکستان ہر سال تقریباً 3.66 بلین ڈالر سالانہ ادا کر رہا ہے لیکن اس کے باوجود اس کا بیرونی قرضہ دوگنا ہو چکا ہے اور ہر گزرتی دہائی کے ساتھ صورتحال بد سے بدتر ہوتی جا رہی ہے۔ وزارتِ مالیات کے پاکستان اکنامک سروے کے مطابق مارچ 2012 کے اختتام پر پاکستان کے ذمہ صرف ایک استعماری ادارے آئی.ایم.ایف کا قرضہ 8.1 ارب ڈالر تک پہنچ چکا تھا۔ اب پاکستان اپنے بجٹ کا 35 فیصد قرضوں کی ادائیگی پر خرچ کرتا ہے جو 12-2011 کے 30 ارب ڈالر کے بجٹ میں 11 ارب ڈالر بنتی ہے۔ یہ وہ رقم ہے جس کو معیشت سے نکال لیا جاتا ہے حالانکہ جس کے ذریعے لوگوں کی بنیادی ضروریات کو پورا کیا جا سکتا ہے اور ان کو کئی سہولیات پہنچائی جا سکتی ہیں۔ یہ ہے عالمی انصاف کہ پاکستان کی طرح دنیا کے کئی ممالک اپنے قرضوں سے کئی گنا زیادہ رقم ادا کر چکے ہیں لیکن اس کے باوجود سود اور استعماری ممالک کی شرائط کی وجہ سے ان کا قرض کبھی ختم ہی نہیں ہوتا۔

ج) معیشت کو مستحکم بنیادوں پر قائم کرنے سے متعلق قانونی احکامات

ج1: محاصل اور اخراجات پر ایک طائرانہ نگاہ:

سرمایہ دارانہ نظام کی مانند اسلام آمدن اور اخراجات پر ٹیکس کو محاصل کے حصول کا بڑا ذریعہ نہیں بناتا۔ اس کے محاصل کی بنیاد بنیادی ضروریات اور چند آسائشوں کو پورا کرنے کے بعد بچنے والی فاضل دولت اور اصل پیداوار ہے۔ خلافت صرف سخت شرائط کے ساتھ ہی ٹیکس لگا سکتی ہے اور یہ ٹیکس بھی صرف اخراجات کے بعد جمع ہونے والی دولت پر لگتا ہے، لہٰذا ان لوگوں پر ٹیکس لگ ہی نہیں سکتا جو غریب ہیں یا اپنی بنیادی ضروریات کو بھی پورا نہیں کر سکتے۔ یہ اس لیے ممکن ہے کیونکہ ایک تو ریاستِ خلافت عوامی اور ریاستی اثاثوں، جیسے توانائی کے وسائل، بھاری مشینری کے اداروں سے بہت بڑی تعداد میں محاصل حاصل کر سکے گی اور دوسرے اسلام کے وہ منفرد قوانین جس کے نتیجے میں معاشرے میں دولت کا ارتکاز نہیں ہوتا بلکہ اس کی منصفانہ تقسیم

میں اضافہ ہوتا ہے، محاصل کے حصول کو یقینی بناتے ہیں۔ حزب التحریر نے ریاستِ خلافت کے دستور کی دفعہ 148 میں اعلان کیا ہے کہ ''ریاستی بجٹ کے دائمی ابواب (مدات) ہیں جن کو شرع نے متعین کیا ہے۔ جہاں تک بجٹ سیکشنز کا تعلق ہے یا ہر سیکشن میں کتنا مال ہوتا ہے یا ہونا چاہیے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر سیکشن میں موجود مال سے متعلقہ امور کا تعلق خلیفہ کی رائے اور اجتہاد پر منحصر ہے''۔ اور دستور کی دفعہ 149 میں لکھا ہے کہ ''بیت المال کی آمدن کے دائمی ذرائع مندرجہ ذیل ہیں: فئے، جزیہ، خراج، رِکاز کا خمس (پانچواں حصہ) اور زکوٰۃ۔ ان اموال کو ہمیشہ وصول کیا جائے گا خواہ ضرورت ہو یا نہ ہو''۔ اور دفعہ 151 میں لکھا ہے کہ ''وہ اموال بھی بیت المال کی آمدن میں شمار ہوتے ہیں جو ریاست کی سرحدوں پر کسٹم کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں یا عوامی ملکیت اور ریاستی ملکیت سے حاصل ہوتے ہیں یا ایسی میراث جس کا کوئی وارث نہ ہو یا پھر مرتدوں کے اموال''۔

ج2 صنعتی شعبہ محاصل کے حصول کا ایک ذریعہ ہے:

خلافت میں صنعتی شعبہ تیزی سے ترقی کرے گا۔ صنعتی پیداوار کے لیے درکار اشیاء جیسے مشینری اور توانائی پر مختلف قسم کے ٹیکس لگا کر صنعتی شعبے کو مفلوج نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ ریاست تجارت سے حاصل ہونے والے منافع سے محاصل حاصل کرے گی۔ اس عمل کے نتیجے میں کاروباری حضرات کو بغیر کسی رکاوٹوں کے پیداوار پر توجہ مرکوز کرنے کا بھرپور موقع میسر ہوگا اور وہ اپنے منافع یا جمع شدہ دولت پر حکومت کو محاصل دیں گے جس کے نتیجے میں دولت کی گردش کو یقینی بنانے میں مدد ملے گی۔ حزب التحریر نے ریاستِ خلافت کے دستور کی دفعہ 143 میں اعلان کیا ہے کہ ''مسلمانوں سے زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔ زکوٰۃ ان اموال پر لی جائے گی جن پر زکوٰۃ لینے کو شریعت نے متعین کر دیا ہے جیسا کہ نقدی، تجارتی مال، مویشی اور غلہ۔ جن اموال پر زکوٰۃ لینے کی کوئی شرعی دلیل نہیں، ان پر زکوٰۃ نہیں لی جائے گی۔ زکوٰۃ ہر صاحب نصاب شخص سے لی جائے گی خواہ وہ مکلّف ہو جیسا کہ ایک عاقل بالغ مسلمان یا وہ غیر مکلّف ہو جیسا کہ بچہ اور مجنون۔

زکوٰۃ کو بیت المال کی ایک خاص مد میں رکھا جائے گا اور اس کو قرآن کریم میں وارد ان آٹھ مصارف میں سے کسی ایک یا ایک سے زائد کے علاوہ کہیں اور خرچ نہیں کیا جائے گا''۔

ج3: زراعت: خراج محصول کا طریقہ ہوگا لیکن یہ کاشتکاروں پر بوجھ نہیں ہوگا:

اسلام کے زیر سایہ برصغیر، جو کہ ایک زرعی معاشرہ تھا، دنیا کی کل پیداوار کا 25 فیصد پیدا کرتا تھا۔ اس کی ایک بنیادی وجہ خراج کا نظام تھا۔ خراج کے نظام کے تحت زمین کی ملکیت تمام مسلمانوں کی ہوتی ہے لیکن اس زمین کو استعمال کرنے کا حق اور اس سے حاصل ہونے والی منفعت زمین کو کاشت کرنے والے کی ہوتی ہے۔ لہٰذا جو اس زمین کو کاشت کرتا ہے وہی اس زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار کا مالک بھی ہوتا ہے۔ اس نظام نے پیداوار میں اضافہ کیا اور دولت کی تقسیم کو یقینی بنایا۔ اس زمین کے استعمال کے عوض اور اس زمین کی استعداد کے مطابق مسلمانوں نے اس زمین سے ریاست کے لیے محصول حاصل کیا۔ برطانوی راج میں جب سرمایہ دارانہ نظام رائج کیا گیا تو کاشتکاروں پر بھاری ٹیکس لگائے گئے، پھر ان کو مجبور کیا گیا کہ وہ سودی قرض حاصل کریں جس کے نتیجے میں کاشتکار قرضوں تلے دب گئے اور آخر کار انھیں اپنی زمینیں بیچنی پڑیں۔ اس کے علاوہ استعماری طاقت نے اپنے لیے اور اپنے حواریوں کے لیے زمینوں پر زبردستی قبضہ بھی کیا۔ آج بھی زرعی شعبہ سرمایہ داریت کی وجہ سے نقصان برداشت کر رہا ہے اگرچہ اس تمام صورتحال کے باوجود پاکستان کی بچ جانے والی زراعت کئی شعبوں میں اب بھی دنیا میں بے مثال ہے اور اس میں اتنی استعداد ہے کہ یہ بہت تیزی سے پھل پھول سکتی ہے۔ کاشتکاروں پر زرعی پیداوار کے لیے درکار اشیاء جیسے کھاد، بیج، مشینری اور تیل پر بھاری ٹیکس عائد ہیں۔ جس کے بعد انھیں اس بات پر مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے منافع میں اضافے کے لیے اپنی پیداوار بیرون ملک برآمد کریں۔ اس عمل کے نتیجے میں پاکستان کو نقصان ہوتا ہے اور پاکستان کو وہی اشیاء مہنگے داموں درآمد کرنا پڑتی ہیں جو وہ خود بہت بڑی تعداد میں پیدا کر سکتا ہے۔ اسلام میں محصول کو زرعی پیداوار کے لیے درکار اشیاء پر ٹیکس لگا کر حاصل نہیں کیا جاتا بلکہ زمین سے حاصل

ہونے والی پیداوار سے حاصل کیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں سستے خام مال کی وجہ سے کاشتکار کو اس بات کی ترغیب ملتی ہے کہ وہ پیداوار میں اضافہ کرے۔ جیسا کہ حزب التحریر نے ریاستِ خلافت کے دستور کی دفعہ 145 میں اعلان کیا ہے کہ ''خراجی زمین پر خراج اس زمین کے مطابق لیا جائے گا جبکہ عشری زمین پر زکوٰۃ اس کی عملی پیداوار پر لی جائے گی''۔

ج4: ریاست کو ٹیکس لگانے کا بنیادی اختیار نہیں ہے بلکہ وہ چند کڑی شرائط کو پورا کر کے ہی ٹیکس لگا سکتی ہے:

اسلام نے افراد کی نجی ملکیت کو تحفظ فراہم کیا ہے اور بغیر شرعی جواز کے اس میں سے کچھ بھی لینے سے منع فرمایا ہے، لہٰذا ریاستِ خلافت میں مجبوری میں ہی ٹیکس لگایا جاسکتا ہے اور وہ بھی کڑی شرائط کو پورا کرنے کے بعد مثلاً جو محصول شریعت نے عائد کیے ہیں اگر وہ ریاست کی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے ناکافی ہیں تو صرف اُن افراد کی اُس فاضل دولت پر ٹیکس لگایا جاسکتا ہے جو ان کی بنیادی ضروریات اور معاشرتی معمول کے مطابق ان کی آسائشوں کو پورا کرنے کے بعد بچتی ہے۔ لہٰذا اسلام اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ لوگوں کی محنت کی اُس کمائی پر ٹیکس نہ لگے جو ان کی بنیادی ضروریات اور معاشرتی معمول کے مطابق ان کی آسائشوں کو پورا کرنے کے لیے درکار ہوتی ہے جبکہ سرمایہ داریت میں انکم ٹیکس اور سیلز ٹیکس کی صورت میں کم صاحبِ حیثیت اور معمولی آمدنی رکھنے والے لوگوں پر بھی ٹیکس لگا کر انہیں سزا دی جاتی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اسلام کا ٹیکس کا نظام اس بات کو یقینی بنائے گا کہ دولت معاشرے میں گردش کرے نہ کہ چند ہاتھوں میں جمع ہوجائے۔ پاکستان میں سب سے امیر تیس افراد کی دولت تقریباً 15 ارب ڈالر ہے اور یہ وہ اعداد و شمار ہیں جو ظاہر کیے گئے ہیں۔ صرف انہی تیس افراد پر 30 فیصد ٹیکس ریاست کے لیے 4.5 ارب ڈالر کے محصول کا باعث بن سکتا ہے۔ لہٰذا دولت مندوں پر ہنگامی صورتحال میں شرعی احکامات کے مطابق عائد کیے گئے اس ٹیکس سے حاصل ہونے والی رقم کو ایمرجنسی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے ،جیسا کہ غریبوں کی

خوراک کی ضروریات کو پورا کرنے یا زلزلہ کے نتیجے میں ہونے والی تباہی کے ازالے کے لیے۔ اس کے علاوہ ریاستِ خلافت اپنے عوام سے مختلف منصوبوں کے لیے رضا کارانہ بنیادوں پر قرضہ بھی حاصل کر سکتی ہے اور یہ امت اللہ کی خوشنودی کو حاصل کرنے کے لیے آج بھی بغیر کسی ریاستی تعاون کے خود کئی ایسے منصوبوں پر مال خرچ کر رہی ہے۔ حزب التحریر نے ریاست خلافت کے دستور کی دفعہ 150 میں اعلان کیا ہے کہ "بیت المال کی دائمی آمدنی اگر ریاست کے اخراجات کے لیے ناکافی ہو تب ریاست مسلمانوں سے ٹیکس وصول کرے گی اور یہ ٹیکس کی وصولی ان امور کے لیے ہے: (ا) فقراء، مساکین، مسافر اور فریضہ جہاد کی ادائیگی کے لیے بیت المال کے اوپر واجب نفقات کو پورا کرنے کے لیے۔ (ب) ان اخراجات کو پورا کرنے کے لیے جنہیں پورا کرنا بیت المال پر بطورِ بدل واجب ہے جیسے ملازمت کے اخراجات، فوجیوں کا راشن اور حکام کے معاوضے۔ (ج) ان اخراجات کو پورا کرنے کے لیے جو مفادِ عامہ کے لیے بغیر کسی بدل کے بیت المال پر واجب ہیں۔ جیسا کہ نئی سڑکیں بنوانا، زمین سے پانی نکالنا، مساجد، اسکول اور ہسپتال بنوانا۔ (د) ان اخراجات کو پورا کرنے کے لیے جو بیت المال پر کسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے واجب ہوں جیسے ہنگامی حالت میں قحط، طوفان اور زلزلے وغیرہ کی صورت میں"۔ اور دفعہ 146 میں لکھا ہے کہ "مسلمانوں سے وہ ٹیکس وصول کیا جائے گا جس کی شرع نے اجازت دی ہے اور جتنا بیت المال کے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے کافی ہو۔ شرط یہ ہے کہ یہ ٹیکس اس مال پر وصول کیا جائے گا جو صاحبِ مال کے پاس معروف طریقے سے اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے بعد زائد ہو اور یہ ٹیکس ریاست کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کافی بھی ہو"۔ اس کے علاوہ دفعہ 147 میں لکھا ہے کہ "ہر وہ عمل (کام) جس کی انجام دہی کو شرع نے امت پر فرض قرار دیا ہے اگر بیت المال میں اتنا مال موجود نہ ہو جو اس فرض کام کو پورا کرنے کے لیے کافی ہو تب یہ فرض امت کی طرف منتقل ہو گا۔ ایسی صورت میں ریاست کو یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ امت سے ٹیکس وصول کر کے اس ذمہ داری کو پورا کرے"۔

د5: ریاستی اخراجات کے لیے رہنما اصول

خلافت ریاستی اموال، عوامی اثاثوں کے ذریعے نیز زراعت اور صنعتوں کو ٹیکسوں کے بوجھ تلے دبائے بغیر اور دولت مندوں کی فاضل دولت پر ٹیکس لگا کر اکٹھا کرتی ہے۔ جہاں تک اخراجات کا تعلق ہے تو اسلام ریاست کو اس بات کا پابند کرتا ہے کہ وہ ہر اس چیز پر خرچ کرے جو لوگوں کے امور کی دیکھ بھال کے لیے ضروری ہے۔ یقینی طور پر خلافت استعماری طاقتوں کی قائم کردہ مجرم تنظیموں اور اداروں کو مزید رقم کی ادائیگی نہیں کرے گی جبکہ اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ہم دیگر کئی ممالک کی طرح اصل رقم کئی بار ادا کر چکے ہیں۔ حزب التحریر نے ریاست خلافت کے دستور کی دفعہ 152 میں اعلان کیا ہے کہ "بیت المال کے نفقات (اخراجات) کو چھ مصارف میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ (ا) وہ آٹھ مصارف جو زکوٰۃ کے اموال کے مستحق ہیں ان پر زکوٰۃ کی مد سے خرچ کیا جائے گا۔ (ب) فقراء، مساکین، مسافر اور جہاد فی سبیل اللہ اور قرضداروں پر خرچ کرنے کے لیے اگر زکوٰۃ کے شعبے میں مال نہ ہو تو بیت المال کی دائمی آمدنی سے ان پر خرچ کیا جائے گا۔ اگر اس میں بھی کوئی مال نہ ہو تو قرضداروں کو تو کچھ نہیں دیا جائے گا لیکن فقراء، مساکین، مسافر اور جہاد کے لیے ٹیکس نافذ کیا جائے گا۔ اگر ٹیکس عائد کرنے سے فساد کا خطرہ ہو تو قرض لے کر بھی ان حاجات کو پورا کیا جا سکتا ہے۔ (ج) وہ اشخاص جو ریاست کے لیے خدمات انجام دے رہے ہیں جیسے ملازمین، افواج اور حکمران، ان پر بیت المال کی آمدن میں سے خرچ کیا جائیگا۔ اگر بیت المال میں موجود مال اس کام کے لیے کافی نہ ہو تو ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ٹیکس لگایا جائے گا اور اگر فساد کا خوف ہو تو قرض لے کر یہ ضروریات پوری کی جائیں گی۔ (د) بنیادی ضروریات اور مفادات عامہ جیسے سڑکیں، مساجد، ہسپتال، سکول وغیرہ پر بیت المال میں سے خرچ کیا جائے گا۔ اگر بیت المال میں اتنا مال نہ ہو تو ٹیکس وصول کر کے ان ضروریات کو پورا کیا جائے گا۔ (و) اعلیٰ معیارِ زندگی مہیا کرنے کے لیے بھی بیت المال سے مال خرچ کیا جائے گا اگر بیت المال میں مال کافی نہ ہو تو پھر ان پر کچھ خرچ نہیں کیا جائے گا اور ایسے اخراجات کو

مؤخر کیا جائے گا۔ (ہ) اتفاقی حادثات یا ہنگامی حالات جیسے زلزلے، طوفان وغیرہ کی صورت میں بھی بیت المال سے مال خرچ کیا جائے گا۔ اگر بیت المال میں مال نہ ہو تو قرض لے کر خرچ کیا جائے گا پھر ٹیکس وصول کر کے وہ قرض ادا کیے جائیں گے"۔

نوٹ: خلافت کے قیام کے فوراً بعد اس پالیسی کو نافذ کیا جائے گا۔ اس پالیسی کے قرآن و سنت سے تفصیلی دلائل جاننے کے لیے حزب التحریر کی جانب سے جاری کیے گئے ریاستِ خلافت کے دستور کی دفعات 143 سے 152 تک، کی طرف رجوع کریں۔ متعلقہ آئینی دفعات کو دیکھنے کے لیے اس ویب سائٹ لنک کو دیکھیں:

http://htmediapak.page.tl/policy-matters.htm

د) پالیسی: محصول اور اخراجات کا مقصد دنیا کی صفِ اول کی ریاست کو مزید آگے لے جانا:

د1: تیل، گیس اور بجلی کے عوامی اداروں، اس کے علاوہ ریاستی ملکیت میں چلنے والے بھاری مشینری اور اسلحے کے کارخانوں اور مواصلات اور ٹرانسپورٹ کے شعبوں کے ذریعے بہت بڑی تعداد میں محاصل کا حصول۔

د2: صنعت اور زراعت کے شعبوں کے لیے درکار اشیاء پر ٹیکس کا خاتمہ جو ان کی پیداوار کو مفلوج کرتا ہے۔ صنعتی شعبے سے پیدا ہونے والی اشیاء کی تجارت پر ہونے والے منافع اور زراعت سے ہونے والی پیداوار پر شریعت کے احکامات کے مطابق محصول لیا جائے گا۔

د3: مغربی سرمایہ دارانہ اداروں کے قرضوں کی واپسی ختم کر دی جائے گی کیونکہ ان قرضوں کو ظالمانہ سود سمیت کئی بار ادا کیا جا چکا ہے۔ اخراجات کو مسلمانوں کی ضروریات اور ان کے مفادات کے حصول کو مدنظر رکھ کر کیا جائے گا جس میں ریاست کو طاقت اور خوشحال بنانے کے لیے مضبوط صنعتی شعبے کے قیام کے لیے خرچ کرنا بھی شامل ہے۔

2: بجلی کا بحران

ا) مقدمہ: جمہوریت سرمایہ دارانہ نظام میں نج کاری(Privatization) کے تصور کی حفاظت کرتی ہے جس کی وجہ سے پاکستان میں بجلی ناپیداور مہنگی ہوگئی ہے:

پاکستان میں بجلی کے بحران کی ذمہ دار حکومت بذاتِ خود ہے کیونکہ وہ جمہوریت کے ذریعے سرمایہ دارانہ نظام کو نافذ کر رہی ہے۔ موجودہ سرمایہ دارانہ نظام نجکاری (پرائیویٹائیزیشن) کے ذریعے اس بات کو یقینی بناتا ہے کہ بجلی پیدا کرنے کے وسائل سے صرف چند مقامی اور غیر ملکی لوگ فائدہ اٹھائیں جبکہ عوام اس سے محروم رہیں۔ نجکاری کے نتیجے میں بجلی کی قیمت بڑھا دی جاتی ہے تاکہ نجی مالکان اپنے منافع میں بے تحاشا اضافہ کرسکیں۔ مثال کے طور پر ورلڈ بنک نے بجلی کی قیمتوں میں سال 2000ء سے 2004ء تک اپنی نگرانی میں اضافہ کروایا اور جس میں آج کے دن تک مسلسل اضافہ ہورہا ہے جس کے نتیجے میں لوگ اب سردیوں کے دنوں میں بجلی کا جتنا بل دیتے ہیں اتنا بل وہ بجلی کے کارخانوں کی بڑے پیمانے پر نجکاری سے قبل گرمیوں کے اُن دنوں میں دیا کرتے تھے جن دنوں میں بجلی کا استعمال سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ایک طرف تو بجلی بنانے والی پرائیویٹ کمپنیاں بجلی کے پیداواری یونٹس کی مالک ہونے کی بنا پر اپنی دولت میں بے تحاشا اضافہ کرتی ہیں تو دوسری طرف باقی معاشرہ مسلسل مہنگی ہوتی بجلی کی بنا پر اقتصادی بدحالی کا شکار ہوجاتا ہے۔ اس کے علاوہ جہاں تک بجلی کی کمی کا تعلق ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومت نے چند لوگوں کے فائدے کے لیے اپنے آپ کو اربوں روپے کے قرضوں کی دلدل میں دھکیل دیا ہے، نتیجتاً حکومت کی طرف سے نجی کمپنیوں کو اتنی رقم نہیں دی جاتی جتنا کہ انھیں دینے کے معاہدے کیے گئے ہیں، پس نجی کمپنیاں اپنے منافع کی شرح کو برقرار رکھنے کے لیے بجلی کی پیداوار میں کمی کر دیتی ہیں۔ ''گردشی قرضے''(circular debt) کی وجہ سے بجلی کی پیداوار دس ہزار میگاواٹ یا اس سے بھی کم رہ جاتی ہے جبکہ بجلی کی پیداوار کی گنجائش تقریباً بیس ہزار

میگاواٹ ہے جو پانی کی کمی کی صورت میں بھی تقریباً پندرہ ہزار میگاواٹ تک ہوتی ہے۔ یہ پیداواری صلاحیت ہماری طلب کو پورا کرنے کے لیے کافی ہے کیونکہ سردیوں میں بجلی کی طلب تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار جبکہ گرمیوں میں ساڑھے سترہ ہزار میگاواٹ ہوتی ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ گرمیوں میں آٹھ سے بارہ گھنٹوں جبکہ سردیوں میں چھ گھنٹوں کی لوڈشیڈنگ کی اصل وجہ استعداد سے کم بجلی پیدا کرنا ہے۔ یہ تمام صورتحال صرف اس وجہ سے ہے کہ بجلی کو عوام کا حق قرار نہیں دیا گیا بلکہ اس کو کاروبار کرنے کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے۔

ب) سیاسی اہمیت: بجلی کے پیداواری یونٹس پر سرمایہ دارانہ نظام کے کنٹرول کا فائدہ صرف استعماری طاقتوں اور موجودہ حکمرانوں کو ہے جبکہ عوام اس سے محروم رہتے ہیں

ب1: پاکستان میں بجلی 65 فیصد تھرمل ذرائع یعنی فرنس آئل اور گیس سے، 33 فیصد ہائیڈل یعنی پانی کے ڈیموں کے ذریعے اور 2 فیصد نیوکلیئر یعنی ایٹمی ری ایکٹروں کے ذریعے پیدا ہوتی ہے۔ پاکستان کی بجلی کی پیداواری صلاحیت اتنی ہے کہ پورا سال بجلی کی موجودہ طلب کو پورا کیا جاسکتا ہے۔

ب2: جہاں تک تھرمل ذرائع سے بجلی پیدا کرنے کا تعلق ہے تو مسلم امہ دنیا کے 50 فیصد سے زائد تیل اور 45 فیصد گیس کے ذخائر کی مالک ہے۔ پاکستان میں تھر میں واقع کوئلے کا ذخیرہ دنیا کے چند بڑے کوئلے کے ذخائر میں سے ہے۔

ب3: جہاں تک مستقبل کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے دوسرے ذرائع سے بجلی پیدا کرنے کا تعلق ہے جیسا کہ سورج کی روشنی، ہوا اور پانی کی لہریں، تو امت میں ایسے بے شمار بیٹے اور بیٹیاں ہیں جو ان وسائل کو استعمال میں لا کر امت کی ضروریات کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

ب4: ان عظیم ذخائر کی نجکاری کے ذریعے مقامی اور غیر ملکی استعماری کمپنیاں بھرپور فائدہ اٹھاتیں ہیں۔ یہ کمپنیاں یا تو حکمرانوں کی حمایت سے کام کرتی ہیں یا براہِ راست حکمرانوں کے

لیے کام کرتیں ہیں۔

ب5: لوگوں کا معاشی بدحالی میں مبتلا ہو جانا موجودہ حکمرانوں اوران کے استعماری آقاؤں کے لیے فائدہ مند ہوتا ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں لوگوں میں کرپٹ حکمرانوں کے ظلم کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے اورانھیں اکھاڑ پھینکنے کی صلاحیت میں کمی ہو جاتی ہے۔

ج) قانونی حکم: عوام کے لیے توانائی کے ذخائر سے حاصل ہونے والے فوائد کا تحفظ

خلافت سرمایہ دارانہ معاشی نظام کا خاتمہ کرے گی اور اسلام کے معاشی نظام کو نافذ کرے گی۔ اسلام کا نظام دولت کی تقسیم کو یقینی بناتا ہے اوراس مقصد کو حاصل کرنے کا ایک طریقہ بجلی کے پیداواری یونٹس کے ساتھ ساتھ کوئلہ، تیل اور گیس کو عوامی اثاثہ قرار دینا ہے۔ یہ اثاثے نہ تو نجی ملکیت میں دیے سکتے ہیں اور نہ ہی ریاستی ملکیت میں۔ان اثاثوں کا انتظام ریاست سنبھالتی ہے تا کہ اس بات کو یقینی بنائے کہ ان کے فوائد رنگ، نسل، مسلک اور مذہب سے قطع نظر ریاست کے تمام شہریوں تک پہنچیں۔ خلافت توانائی اور پیٹرول، ڈیزل، فرنس آئل وغیرہ پر عائد ٹیکسز کا خاتمہ کر دے گی جس سے ان کی قیمت میں واضح کمی واقع ہوگی۔ اگر ضرورت ہو تو ان چیزوں کی قیمت ان کی پیداوار اور انھیں عوام تک پہنچانے پر اٹھنے والی لاگت کے مطابق لی جائے گی۔امت کی ضروریات کو پورا کرنے کے بعد زائد وسائل کو غیر مسلم غیر حربی مما لک کو فروخت کیا جا سکتا ہے اوراس سے حاصل ہونے والی آمدن کو لوگوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کیا جائے گا۔ اسلام کی بجلی کی پالیسی خلافت کے زیر سایہ پاکستان میں زبردست صنعتی ترقی کا باعث بنے گی۔

حزب التحریر نے ریاست خلافت کے دستور کی دفعہ 137 میں اعلان کیا ہے کہ ''تین طرح کی اشیاء عوام کی ملکیت ہوتی ہیں: (ا) ہر وہ چیز جو اجتماعی ضرورت ہو جیسے شہر کے میدان۔ (ب) ختم نہ ہونے والی معدنیات جیسے تیل کے کنوئیں۔ (ج) وہ اشیاء جو طبعی طور پر افراد کے قبضے میں نہیں ہوتی جیسے نہریں''۔ دستور کی دفعہ 138 میں لکھا ہے کہ '' کارخانہ بحیثیت کارخانہ فرد

کی ملکیت ہے، تاہم کارخانے کا وہی حکم ہے جو اس میں بننے والے مواد (پیداوار) کا ہے۔ اگر یہ مواد فرد کی ملکیت میں سے ہو تو کارخانہ بھی انفرادی ملکیت میں داخل ہو گا، جیسے کپڑے کے کارخانے (گارمنٹس فیکٹری) اور اگر کارخانے میں تیار ہونے والا مواد عوامی ملکیت کی اشیاء میں سے ہو گا تو کارخانہ بھی عوامی ملکیت سمجھا جائے گا جیسے لوہے کے کارخانے (Steel Mill)''۔ اسی طرح دستور کی دفعہ 139 میں لکھا ہے کہ ''ریاست کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ انفرادی ملکیت کی چیز کو عوامی ملکیت کی طرف منتقل کرے کیونکہ عوامی ملکیت میں ہونا مال کی نوعیت اور فطرت کی بنا پر ہوتا ہے، ریاست کی رائے سے نہیں''۔ اور دستور کی دفعہ 140 میں لکھا ہے کہ ''امت کے افراد میں سے ہر فرد کو اس چیز سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے جو عوامی ملکیت میں داخل ہے۔ ریاست کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی خاص شخص کو عوامی ملکیت سے فائدہ اٹھانے یا اس کا مالک بننے کی اجازت دے اور باقی رعایا کو اس سے محروم رکھے''۔

نوٹ: خلافت کے قیام کے فوراً بعد اس پالیسی کو نافذ کیا جائے گا۔ اس پالیسی کے قرآن وسنت سے تفصیلی دلائل جاننے کے لیے حزب التحریر کی جانب سے جاری کیے گئے ریاستِ خلافت کے دستور کی دفعات 140,139,138,137 کی طرف رجوع کریں۔

د) پالیسی: دنیا کی صف اول کی ریاست یعنی خلافت کو قائم کرنے کی جدوجہد

ج1: تیل، گیس، کوئلہ اور بجلی کے یونٹس کو عوامی اثاثہ قرار دے دیا جائے گا جس کے نتیجے میں سستی بجلی میسر ہو گی۔

ج2: سستی بجلی کی فراہمی صنعتی شعبے کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کے لیے ضروری ہے بلکہ ایک ریاست کو دنیا کی صفِ اول کی ریاست بنانے کے لیے بھی انتہائی اہم ہے۔

ج3: توانائی کے حوالے سے اسلام کی منفرد پالیسی سرمایہ دارانہ نظام سے تنگ آئی ہوئی دنیا کے لیے ایک روشن مثال ہو گی۔

3: مہنگائی

ا) مقدمہ: قیمتوں میں مسلسل اور شدید اضافے کی وجہ کاغذی کرنسی ہے جس کی قیمت کم ہوتی رہتی ہے کیونکہ اس کی بنیاد سونے اور چاندی پر نہیں ہوتی۔

ڈالر، پاؤنڈ، فرانک وغیرہ کی مانند پاکستانی روپے کی بنیاد بھی اصل دولت یعنی قیمتی دھات پر ہوتی تھی۔ ڈالر کی بنیاد سونے پر جبکہ روپے کی بنیاد چاندی پر ہوتی تھی۔ اس نظام نے کرنسی کی قدر و قیمت کو اندرون ملک اور بیرون ملک بین الاقوامی تجارت میں استحکام فراہم کر رکھا تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ سونے کی جو قیمت 1890ء میں تھی وہی قیمت کم و بیش 1910ء میں بھی تھی۔ آج دنیا میں اس قدر سونا اور چاندی موجود ہے جو دنیا کی اصل معیشت یعنی کاروباری معاملات جیسے خوراک، کپڑے، رہائش، اشیائے تعیش، صنعتی مشینری، ٹیکنالوجی اور دیگر اشیاء کی خرید و فروخت کے لیے کرنسی کے طور پر درکار ہے۔ لیکن سرمایہ دارانہ نظام نے کرنسی کی پیداوار کی طلب میں اس قدر اضافہ کر دیا جسے سونے اور چاندی کے ذخائر پورا نہیں کر سکتے تھے۔ ریاستوں نے قیمتی دھات کے پیمانے کو چھوڑ دیا لہٰذا کرنسی نوٹ کی بنیاد کسی قیمتی دھات کی بجائے اس نوٹ کو جاری کرنے والی ریاست کی طاقت پر اعتماد ہوگئی، جس کے نتیجے میں ریاستوں کے پاس زیادہ سے زیادہ کرنسی نوٹ چھاپنے کا اختیار آ گیا۔ اب کرنسی کی مضبوطی کو برقرار رکھنے کے لیے ان کی بنیاد سونا یا چاندی نہیں رہے جس کے نتیجے میں ہر نیا چھپنے والا نوٹ پہلے نوٹ کے مقابلے میں کم قدر و قیمت رکھتا ہے۔ چونکہ کرنسی نوٹ اشیاء اور خدمات کے تبادلے میں استعمال ہوتے ہیں اس لیے کرنسی کی قدر و قیمت کا مکمل خاتمہ تو نہیں ہوتا لیکن اس میں مسلسل کمی ہوتی رہتی ہے۔ چونکہ خریداری کے لیے کرنسی کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے اشیاء اور خدمات کی قیمتوں میں اضافہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا روپیہ جو برطانوی قبضے سے قبل 11 گرام چاندی کے برابر قیمت رکھتا تھا اب دو سو سالہ سرمایہ دارانہ نظام سے گزرنے کے بعد ایک گرام چاندی کے نو سو

وے(1/900th) حصے کے برابر قیمت رکھتا ہے۔ 14 جون 1994 کو ایک ڈالر خریدنے کے لیے 30.97 روپے درکار تھے۔ پھر مشرف اور شوکت عزیز کی حکومت میں جمعہ 15 اگست 2008 کو ایک ڈالر کی قیمت بڑھ کر 76.9 روپے ہوگئی جب پاکستان میں افراط زر تیس سالہ تاریخ میں اپنی بلند ترین سطح پر تھا۔ اور اب جنوری 2013 میں کیانی، زرداری حکومت میں ایک ڈالر کی قیمت 98 روپے سے بڑھ چکی ہے۔ ہر گزرتے سال کے ساتھ روپے کی قدر میں کمی کے ساتھ اس کی قوت خرید بھی کم ہوتی جارہی ہے جبکہ قیمتیں اس قدر بڑھتی جارہی ہیں کہ اکثر لوگوں کے لیے گوشت خریدنا ناممکن، پھل خریدنا عیاشی اور سبزیوں کی خریداری ایک بوجھ بن گئی ہے۔ آج روپے کی قیمت کچھ دہائیوں قبل پیسے کی قیمت سے بھی کم ہوگئی ہے۔ حکمرانوں کے دعوں کے برعکس روپیہ کسی بھی وقت ردی کے کاغذ میں تبدیل ہوسکتا ہے جس کے نتیجے میں قیمتوں میں انتہائی زبردست اضافہ ہوجائے گا۔ لیکن اس کے باوجود حکومت مسلسل نوٹ چھاپ رہی ہے جس کے بہت ہی خطرناک نتائج نکل سکتے ہیں اور یوں حکومت کرنسی کی قبر کھود رہی ہے جو معیشت کے لیے خون کی حیثیت رکھتی ہے۔

ب) اہم سیاسی پہلو: ان عوامل کا تدارک کہ جن کی بنا پر سونے اور چاندی کے محفوظ ریاستی ذخائر سے زائد کرنسی چھاپنے کی ضرورت پڑتی ہے

ب 1: حالیہ افراطِ زر کی ایک بڑی وجہ بجٹ کے خسارہ کو پورا کرنے کے لیے حکومت کا مسلسل قرض پر انحصار ہے۔ حکومت کا قرض اس وقت تمام حدود و قیود عبور کر چکا ہے۔ سٹیٹ بینک کے مطابق ملک کا مجموعی قرض 15.2 ٹریلین روپے کی بلند ترین سطح پر ہے جو کہ ملک کی معیشت کے مجموعی حجم کا 68 فیصد ہے۔ عمومی طور پر حکومت قرض یا تو اپنی معیشت سے یعنی بینکوں اور بڑے سرمایہ داروں سے سود پر حاصل کرتی ہے یا سٹیٹ بینک یعنی اپنے مرکزی بینک سے۔ حالیہ برسوں میں بجٹ کے خسارہ کو پورا کرنے کے لیے حکومت نے سٹیٹ بینک سے بے تحاشہ قرض کے حصول پر انحصار کیا ہے۔ اس اقدام کو ماہرینِ معاشیات نوٹ چھاپنے کے عمل سے تعبیر کرتے

ہیں جس سے کرنسی کے حجم میں اضافہ ہوا جو کہ افراطِ زر پر منتج ہوا۔ بجٹ کے خسارہ کو مسلسل نوٹ چھاپ کر پورا کئے جانے کا لازمی نتیجہ بڑھتا ہوا افراطِ زر ہی ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ 2008 سے بجٹ کا اوسط خسارہ GDP کے 6 فیصد کے قریب رہا۔ جب حکومت یہ قرض اپنے کمرشل بینکوں سے حاصل کرتی ہے تو ان بینکوں کے reserves میں کمی واقع ہوتی ہے جس کو پورا کرنے کے لئے وہ مرکزی بینک سے قرض حاصل کرتے ہیں اور جس سے بھی معیشت میں کرنسی کا حجم بڑھ جاتا ہے جو افراطِ زر کا باعث بنتا ہے۔ المختصر، اس سرمایہ دارانہ نظام کی معیشت میں مسائل کا ہر حل نئی تباہی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔

ب2: سرمایہ دارانہ نظام میں برآمدات اور درآمدات میں توازن پیدا کرنے کے لیے روپے کی قدر کم کی جاتی ہے جس کے نتیجے میں افراط زر پیدا ہوتا ہے۔ چونکہ ہمارا صنعتی شعبہ کمزور ہے اور ہماری درآمدات، برآمدات کے مقابلے میں ہمیشہ زائد ہوتی ہیں۔ لہٰذا پاکستان کی سرمایہ دارانہ حکومت آئی.ایم.ایف (I.M.F) کے حکم پر روپے کی قدر کو کم کر دیتی ہے۔ روپے کی قدر میں کمی کرنے کا مقصد پاکستان کے تجارتی توازن کو بہتر کرنا بتایا جاتا ہے۔ ریاست تجارتی توازن حاصل کرنے کے لیے درآمدات کی حوصلہ شکنی کرتی ہے جبکہ اندرون ملک تیار ہونے والی اشیاء کو زیادہ سے زیادہ برآمد کرنے کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ لیکن روپے کی قدر میں کمی کی وجہ سے پاکستان کی پیداواری لاگت میں اضافہ ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں زراعت، ٹیکسٹائل اور معیشت کے دوسرے شعبوں میں ایک افراتفری مچ جاتی ہے کیونکہ وہ پہلے ہی بلند شرح سود کی وجہ سے مشکلات کا شکار ہوتے ہیں۔ لہٰذا مہنگے قرضے اور پیداواری لاگت میں اضافہ بہت سی کمپنیوں اور صنعتوں کو اس قابل ہی نہیں چھوڑتا کہ وہ بین الاقوامی مارکیٹ میں مقابلہ کر سکیں۔ جب پاکستانی مصنوعات مہنگی ہونے کی وجہ سے کوئی خریدار نہیں ڈھونڈ پاتیں تو پاکستان کی اہم برآمدی اشیاء کی برآمد میں کمی آجاتی ہے اور پاکستان کی ادائیگیوں کا توازن خراب ہو جاتا ہے۔ یہ معاملہ اس وقت مزید گھمبیر ہو جاتا ہے جب درآمدات کا سلسلہ ویسے ہی جاری و ساری رہتا ہے۔ دنیا کی چوتھی

بڑی زرعی معیشت ہونے کے باوجود پاکستان اشیائے خوردونوش درآمد کرنے والا ملک ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان اشیائے خوردونوش کی درآمد پر، روپے کی قدر میں کمی وجہ سے، زیادہ خرچ کرتا ہے، نتیجتاً اندرون ملک کھانے پینے کی اشیأ مزید مہنگی ہوجاتی ہیں۔ حالیہ سالوں میں ڈالر کی گرتی ہوئی قیمت اور پاکستانی روپے کا اس سے منسلک ہونے کی وجہ سے اشیائے خوردونوش کی مہنگائی میں شدید اضافہ ہوا ہے۔ نوٹ چھاپنے کی ناکام پالیسی کو چھپانے اور ادائیگیوں کے توازن کو برقرار رکھنے کے لیے حکومت پاکستان کا تارکین وطن کی بھیجی ہوئی رقوم اور اشیائے خوردونوش جیسے چاول، گندم کی برآمدات پر انحصار بڑھتا جارہا ہے جس کے نتیجے میں ان اشیاء کی اندرونِ ملک قلت ہوجاتی ہے اوران کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ المیہ یہ ہے کہ اتنی محنت سے کمایا ہوا زرمبادلہ، ملکی معیشت میں نہیں ڈالا جاتا بلکہ قرضوں کی ادائیگی کے لیے واپس بیرون ملک بھیج دیا جاتا ہے جس سے غیر ملکی معیشتیں مضبوط ہوتی ہیں۔ لہٰذا حکومتِ پاکستان ادائیگیوں میں آنے والے فرق کو پورا کرنے کے لئے بین الاقوامی اداروں سے مزید قرضہ لینے پر مجبور ہوجاتی ہے جس سے اس کے مسائل میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔ یہ نئے قرضے سود پر حاصل کیے جاتے ہیں اور دیگر ''ترقی پزیر'' ممالک کی طرح پاکستان بھی اصل قرضے کی رقم بھی کئی بار ادا کردینے کے باوجود قرضے سے نجات حاصل نہیں کرپاتا کیونکہ یہ قرضے ایسی شرائط کے ساتھ آتے ہیں جن سے معیشت مزید کمزور ہوتی ہے، شرح سود بڑھتی ہے، کرنسی کی قیمت کم ہوتی ہے اور زرعی اور صنعتی شعبے کی پیداوار زوال پزیر ہوجاتی ہے۔

ب 3: مسلمانوں کے لیے سونے اور چاندی کے پیمانے کی جانب دوبارہ لوٹنا عملی طور پر ممکن ہے۔ جن مسلم علاقوں میں خلافت کے دوبارہ قیام کے امکانات ہیں وہ سونے اور چاندی کے وسائل سے بھرپور ہیں جیسے پاکستان میں سینڈک اور ریکوڈیک کا وسیع علاقہ۔ امت کے پاس ایسے وسائل ہیں جن کی دوسرے ممالک کو شدید ضرورت ہوتی ہے جیسے تیل، گیس، کوئلہ، معدنیات اور زرعی اجناس جن کے بدلے سونا اور چاندی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ نیز آنے والی خلافت

جدید صنعتی پیداوار میں تیزی سے اضافہ کرے گی جن کی برآمد سے بھی سونا اور چاندی حاصل ہوگا۔ جو مسلم علاقوں میں موجود بینکوں میں غیر ملکی اثاثے جیسے ڈالر، یورو اور پاونڈ سٹرلنگ موجود ہیں اور انھیں بھی تبادلے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مسلم علاقے بنیادی ضروریات کے حوالے سے خود کفیل ہیں لہٰذا حقیقی معیشت مستحکم ہوگی اور غیر حقیقی معیشت (سٹاک مارکیٹ، ڈیری ویٹوز وغیرہ) کے خاتمے کے بعد معیشت سٹے بازی کے اثرات سے بھی محفوظ ہو جائے گی۔

ج) قانونی حکم: سونے اور چاندی کے پیمانے کی واپسی

ج1: اسلام نے یہ لازمی قرار دیا ہے کہ ریاست کی کرنسی کی بنیاد قیمتی دھات کی دولت کو ہونا چاہیے جس کے نتیجے میں افراط زر کی جڑ ہی کٹ جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ سونے کے دینار، جن کا وزن 4.25 گرام اور چاندی کے درہم، جن کا وزن 2.975 گرام ہو، ریاست کی کرنسی کے طور پر استعمال کریں۔ اس وجہ سے ہزار سال تک ریاستِ خلافت میں قیمتوں کو استحکام حاصل رہا۔ آج خلافت تانبے اور زرمبادلہ کے ذخائر کو سونے اور چاندی کی خریداری کے لیے استعمال کرے گی اور بین الاقوامی تجارت کے نتیجے میں ملک میں آنے اور جانے والے سونے کی مقدار پر نظر رکھے گی اگرچہ مسلم دنیا اکثر معاملات میں خود کفیل ہے۔ اس کے علاوہ بین الاقوامی تجارت میں سونے اور چاندی کا کرنسی کے طور پر دوبارہ اجرأ امریکہ کی عالمی تجارت میں بالادستی کے خاتمے کا باعث بنے گا کیونکہ اس وقت امریکہ دنیا کو بین الاقوامی تجارت کے لیے ڈالر کے استعمال پر مجبور کر دیتا ہے۔

جیسا کہ حزب التحریر نے ریاست خلافت کے دستور کی دفعہ 166 میں اعلان کیا ہے کہ ''ریاست اپنی ایک خاص کرنسی، آزادانہ طور پر جاری کرے گی اور اس کو کسی غیر ملکی کرنسی سے منسلک کرنا جائز نہیں''۔ اسی طرح دستور کی دفعہ 167 میں لکھا ہے کہ ''ریاست کی نقدی (کرنسی) سونے اور چاندی کی ہوگی، خواہ اسے کرنسی کی شکل میں ڈھالا گیا ہو یا نہ ڈھالا گیا ہو۔ ریاست کے

لیے سونے چاندی کے علاوہ کوئی نقدی جائز نہیں۔ تاہم ریاست کے لئے سونا چاندی کے بدل کے طور پر کوئی اور چیز جاری کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ ریاست کے خزانے میں اتنی مالیت کا سونا چاندی موجود ہو"۔ ریاستِ خلافت کے دستور کی دفعہ 168 کے مطابق "اسلامی ریاست اور دوسری ریاستوں کی کرنسیوں کے مابین تبادلہ جائز ہے جیسا کہ اپنی کرنسی کا آپس میں تبادلہ جائز ہے"۔

ج2: ریاستِ خلافت کا سٹیٹ بینک ایک مالیاتی ادارہ ہوگا جس کا کام حقیقی معیشت جیسے زراعت اور صنعتوں میں ترقی اور اضافے کے لیے مدد فراہم کرنا ہوگا۔ ریاست خلافت کا سٹیٹ بینک کوئی خون چوسنے والا ادارہ نہیں ہوگا جو سود کے ذریعے معیشت سے خون نچوڑتا ہو جیسا کہ آج کے بینک کرتے ہیں یعنی مسلسل کرنسی کے پھیلاؤ کی ضرورت کو پیدا کرنا، کرنسی کی قیمت میں کمی اور اس کے نتیجے میں مہنگائی میں اضافہ۔ ریاست خلافت میں سٹیٹ بینک کا واحد مقصد قرضوں کے ذریعے مقامی زرعی اور صنعتی شعبے کو مدد فراہم کرنا اور ایک متحرک اور طاقتور معیشت کو قائم کرنا ہوگا۔

جیسا کہ حزب التحریر نے ریاست خلافت کے دستور کی دفعہ 169 میں اعلان کیا ہے کہ "بینک کھولنے کی مکمل ممانعت ہوگی اور صرف اسٹیٹ بینک موجود ہوگا۔ کوئی سودی لین دین نہ ہوگا اور اسٹیٹ بینک بیت المال کے محکموں میں سے ایک محکمہ ہوگا"۔

ج3: اگر خلافت پاکستان میں قائم ہوتی ہے تو معیشت کو تباہ کرنے اور پھر مزید قرضوں کے حصول کے لیے بھیک مانگنے کی بجائے دنیا بھر میں مغربی استعماری سود پر مبنی قرضوں کے نتیجے میں ہونے والے ظلم کے خلاف عالمی رائے عامہ کو متحرک کرے گی۔ یہی وہ ظلم پر مبنی نظام ہے جو کئی ممالک کو اپنے پیروں پر کھڑے ہونے سے روکتا ہے۔ یہ نظام قرضوں کے ساتھ ایسی شرائط عائد کر دیتا ہے جس کے نتیجے میں معیشت کا دم گھٹنا شروع ہو جاتا ہے یہاں تک کہ معیشت کی اصل قرض کی رقم سے بھی کئی گنا زائد سود دینے کے باوجود قرضے سے جان نہیں چھوٹتی۔ جیسا کہ حزب التحریر نے ریاست خلافت کے دستور کی دفعہ 165 میں اعلان کیا ہے کہ "یہ ایک اٹل حقیقت ہے

کہ یہ غیر ملکی سرمایہ ہی ہے جو اسلامی علاقوں میں کفار کے قدم جمانے اور ان کے اثر و نفوذ کو مضبوط کرنے کا سبب رہا ہے اور کفار کو مسلمانوں کے علاقوں میں قدم جمانے کی اجازت یا سہولت دینا حرام ہے"۔

نوٹ: خلافت کے قیام کے فوراً بعد کرنسی سے متعلق دفعات کو نافذ کیا جائے گا۔ ان دفعات کے قرآن و سنت سے تفصیلی دلائل جاننے کے لیے حزب التحریر کی جانب سے جاری کیے گئے ریاستِ خلافت کے دستور کی دفعات 165,166,167,168,169 سے رجوع کریں۔ متعلقہ آئینی دفعات کو دیکھنے کے لیے اس ویب سائٹ لنک کو دیکھیں۔

http://htmediapak.page.tl/policy-matters.htm

د) پالیسی: خلافت کو دنیا کے سامنے ایک معاشی ماڈل کے طور پر پیش کیا جائے گا

د1: حقیقی دولت کے ذریعے یعنی سونے اور چاندی کے ذریعے کرنسی کو مستحکم اور طاقتور کیا جائے گا تا کہ عمومی افراطِ زر کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جس نے گھروں، صنعتوں اور زراعت کو مفلوج کر دیا ہے۔

د2: نجی بینکوں کے سودی بینکاری کے کاروبار کا خاتمہ اور بیت المال کے تحت اداروں کا قیام یعنی اس کی شاخیں جو غیر سودی قرضے فراہم کریں گی تا کہ ایک متحرک معیشت کے لیے زرعی اور صنعتی شعبوں کو مالیاتی مدد فراہم کی جائے۔

د3: عالمی سطح پر استعماری قرضوں کے خاتمے کے لیے کام کرنا تا کہ وسائل رکھنے کے باوجود قوموں کو بھکاری بنا دینے کے سلسلے کا خاتمہ ہو سکے۔

4: فوجی نظریہ

ا) مقدمہ: ہماری زبردست افواج، سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غداروں کی وجہ سے امریکہ اور اس کے مفادات کی غلام بنی ہوئی ہیں اور امریکہ ہماری افواج کی ترجیحات کا تعین کرتا ہے۔

2013ء میں افواج پاکستان کی بھارت کو دشمن نمبر اول سمجھنے کی فوجی پالیسی کو تبدیل کر دیا گیا اور اب ملک کی سیکیوریٹی کو درپیش سب سے بڑا خطرہ اندرونی خطرات کو قرار دے دیا گیا ہے۔ گویا اب بھارت پاکستان کی سیکیوریٹی کے لیے خطرہ نہیں اور امریکہ کی خود ساختہ دہشت گردی کے خلاف جنگ، جو درحقیقت مسلمانوں کے خلاف جنگ ہے، افواجِ پاکستان کی پہلی ترجیح بن گئی ہے۔ فوجی نظریے میں یہ بنیادی تبدیلی اس وقت کی گئی ہے جب امریکہ افغانستان سے انخلاٗ کے دھوکے میں خطے میں اپنے مستقل فوجی اڈے قائم کرنے کی شدید کوشش کر رہا ہے۔ پاکستانی فوج کی اعلیٰ قیادت نے سبز کتاب(Green Book) میں تبدیلی اس امریکی حکمت عملی کے تحت کی ہے جسے امریکہ نے 9/11 کے بعد اختیار کیا، تا کہ پاکستان کی ترجیحات نیز خطے میں اس کے اور افواج پاکستان کے کردار کو تبدیل کیا جائے۔ امریکہ کے تین اہداف ہیں: (1) اس بات کو یقینی بنانا کہ افواج پاکستان اپنی ہی سرحدوں کے اندر مسلسل جنگ میں مصروف رہیں۔ (2) فوج میں بھارت کو دشمن نمبر ایک سمجھنے کی پالیسی کو تبدیلی کرنا تا کہ بھارت ایک علاقائی طاقت کے طور پر اُبھر سکے۔ (3) امت کو خلافت کی واپسی کے لیے کام کرنے سے روکنے کے لیے افواج کو پولیس کا سا کردار ادا کرنے کے لیے استعمال کرنا۔

جب سے افغانستان میں جنگ شروع ہوئی ہے امریکہ پاکستان کو اس بات پر مجبور کر رہا ہے کہ وہ قبائلی علاقوں کو اپنی توجہ اور کارروائیوں کا محور بنائے۔ امریکی اہلکار اس بات سے ناخوش تھے کہ افواج پاکستان اپنی مروجہ فوجی ترجیحات، جس کے تحت بھارت دشمن نمبر ایک تھا، کو بدلنے

میں بہت سستی سے کام لے رہی ہیں۔ امریکہ نے پاکستان کو اس بات کی پیشکش کی کہ وہ افواج پاکستان کی ترجیحات میں تبدیلی اور دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑنے کے لیے اس کی بھرپور مدد کرنے کو تیار ہے۔ افواج پاکستان کی جانب سے اپنی مروجہ ترجیحات میں تبدیلی کے خلاف مزاحمت کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ پاکستان کے مسلمان میں سے اکثریت افواجِ پاکستان میں بھارت سے لڑنے کے لیے بھرتی ہوتی ہے نہ کہ اپنے ہی مسلمان بھائیوں سے لڑنے کے لیے۔ جو بات انھیں سب سے زیادہ تکلیف دیتی ہے وہ یہ کہ امریکہ کے مفادات کو پورا کرنے کے لیے انھیں اپنے ہی بھائیوں سے لڑنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

لہٰذا افواج پاکستان کی قیادت میں چند مٹھی بھر غداروں نے، جو امریکہ کے سیاسی و فوجی اہلکاروں کے ساتھ قریبی رابطہ میں رہتے ہیں، چالاکی سے ایک حکمت عملی تیار کی جس کے ذریعے افواجِ پاکستان کی بنیادی سوچ کو تبدیل کیا جا سکے تا کہ افواج پاکستان امریکہ کی اسلام کے خلاف جنگ کو اپنی جنگ اور اپنی بقاء کی جنگ سمجھیں۔ اس تفصیلی منصوبے کے چھ اہم حصے ہیں:

1) سب سے پہلے امریکہ کے اس الزام پر کہ قبائلی علاقوں سے اس کی افواج پر حملے کیے جاتے ہیں، قبائلی علاقوں میں افواج کو ان حملوں کو روکنے کے لیے بھیجنا شروع کیا گیا۔ 2004ء میں فرنٹیئر فورس کے علاوہ تقریباً دس ہزار فوجی قبائلی علاقوں میں تعینات تھے۔ اس تعداد میں اوسطاً ہر سال دس سے پندرہ ہزار کا اضافہ کیا گیا یہاں تک کہ 2011 میں یہ تعداد ایک لاکھ سے بھی بڑھ گئی اور اب 150,000 فوجی وہاں موجود ہیں۔

2) قبائلی علاقوں میں اس فوجی اضافے کے ساتھ ساتھ امریکہ نے اس بات کو بھی یقینی بنایا کہ اس علاقے میں ایسے دشمن موجود ہوں جن پر ڈرون طیاروں کے ذریعے حملے کیے جا سکیں۔ 2007 تک کل ڈرون حملوں کی تعداد آٹھ تھی، 2008 میں 35، 2009 میں 53 جو بڑھتے بڑھتے 2010 میں 117، 2011 میں 64، 2012 میں 46 جبکہ 2013 کے پہلے دو ماہ میں اب تک 9 ڈرون حملے ہو چکے ہیں۔ امریکہ ان حملوں میں مارے جانے والے تمام مردوں کو جنگجو

تصور کرتا ہے جبکہ ان حملوں میں مارے جانے والوں کی عظیم اکثریت عام نہتے شہری تھے۔ ان حملوں کا ردِعمل قطعاً حیرت انگیز نہ تھا۔ علاقے کے کئی غیر جانبدار قبائل اپنے انتقام کا نشانہ افواج پاکستان کو بنانے لگے کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ پاکستان کی فوج ان کے بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو قتل کرنے میں صلیبی امریکیوں کی مدد کر رہی ہے۔

3) ریمنڈ ڈیوس کے واقعے سے اور اس بات کے شواہد سے کہ اُس کی تخریبی کاروائیوں کا تعلق قبائلی علاقوں سے ہے، اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ امریکہ نے فتنے کی فضاء کو مزید مضبوط کرنے کے لیے ایک سازش کے تحت ملک بھر میں بم دھماکے کروائے اور ان کی ذمہ داری قبائلی مسلمانوں پر ڈال کر پاکستان میں قبائلی مسلمانوں کے خلاف عوامی رائے بنانے کی کوشش کی۔ ان بم دھماکوں میں خاص طور پر کثیر آبادی والے علاقوں کو نشانہ بنایا گیا۔ ملک میں بلیک واٹر (ذی سروس - XE Service) اور دوسرے نجی فوجی اہلکاروں کی موجودگی اور قبائلی علاقوں میں ان کی بلا روک ٹوک آمد و رفت، کرائے کے فوجیوں کی لاشوں کا سامنے آنا جن کے جسموں پر شیطانی ٹیٹو بنے ہوئے تھے، یہ تمام شواہد اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ امریکہ اور سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غدّار مل کر سازش کر رہے تھے تاکہ قبائلی علاقوں میں جنگ کو بھڑکا دیا جائے۔ لٰہذا نہ صرف امریکہ ہمارے خلاف سازش کر رہا ہے بلکہ کیانی، زرداری اور ان کے پٹھو اس امریکی صلیبی جنگ میں امریکہ کی معاونت کر رہے ہیں جبکہ دوسری جانب ان غدّاروں کا دعویٰ ہے کہ وہ ہمارا اور ہماری ریاست کی خودمختاری کا تحفظ کر رہے ہیں۔

4) قومی سطح پر بھارت کو ''پسندیدہ ملک'' قرار دینے اور ''امن کی آشا'' کے نام پر تعلقات کو معمول پر لانے کی شروع کی گئی بھرپور مہم بھی اسی سازش کا ایک حصہ ہے تاکہ ملک میں بھارت کے حوالے سے موافق رائے عامہ پیدا کی جائے اور پاکستان اپنی توجہ بھارت سے ہٹا کر قبائلی علاقوں پر منتقل کر دے۔

5) لیکن یہ سب کچھ بھی کافی نہیں تھا اس لیے 2009ء میں امریکہ نے اس بات پر اتفاق کیا کہ

وہ کہ ایک خاص Pakistan Counter-Insurgency Fund قائم کرے تا کہ قبائلی علاقوں میں دہشت گردی سے نمٹنے اور فوجی آپریشن کرنے کے لیے پاکستان کو وسائل مہیا کیے جائیں۔ اس مخصوص کام کو سرانجام دینے کے لیے پاکستان آرمی کو مختلف فوجی ساز وسامان مہیا کیے گئے جس میں کوبرا ہیلی کاپٹر، ٹرانسپورٹ طیارے، جاسوسی کے لیے ریڈار اور رات میں دیکھنے کے لیے مخصوص چشمے شامل تھے۔ اس کے علاوہ افواج پاکستان کو دہشت گردی سے نمٹنے کی تربیت فراہم کرنے کے لیے امریکہ نے 70 سے زائد ٹرینرز (Trainers) بھیجے اور ہماری فضائیہ کو نئے F-16 بلاک 52 طیارے دے کر بے وقوف بنایا گیا کیونکہ پاک فضائیہ امریکہ کی جانب سے فراہم کیے گئے کوڈز کے بغیر ان طیاروں سے ایک میزائل بھی فائر نہیں کر سکے گی۔ لہٰذا امریکہ نے ہمارے فوجی ساز وسامان میں بہتری صرف اس وجہ سے کی تا کہ ہم ایک زبردست فوج کے رتبے سے نیچے آ کر اس کے مفادات کو پورا کرنے والی ایک پولیس فورس بن جائیں۔

6) افواجِ پاکستان سے قابل اور اسلامی رجحان رکھنے والے افسران کو نکالنے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا جن میں اس بات کی قابلیت تھی کہ وہ مسلمانوں اور اسلام کی ضرورت کے مطابق افواج پاکستان کو قیادت فراہم کرتے۔ مشرف نے اس کام کو شروع کیا اور جنرل عثمانی جیسے افسر کو فوج سے فارغ کر دیا اور کیانی نے اسی پالیسی کو جاری رکھا اور انتہائی قابل بریگیڈئر علی خان کو فوج سے نکال دیا جس نے پہلے مشرف اور پھر کیانی کے آگے امریکہ کے سامنے بچھے چلے جانے کی پالیسی کے خلاف آواز بلند کی تھی۔ اس کام کو مکمل کرنے کے لیے کیانی اور اس کے قابلِ فروخت غدار ساتھیوں نے فوج میں ایک اصول لاگو کروا دیا کہ صرف اسی آفیسر کو سٹاف کالج کوئٹہ میں تربیت کے لیے بھیجا جائے گا جن کی قبائلی علاقوں میں تعیناتی ہو چکی ہے۔ لہٰذا اونچے عہدوں پر ترقی حاصل کرنے کی قیمت صلیبیوں کے مفادات کو پورا کرنے کے لیے مسلمانوں سے جنگ اور ان کا خون قرار پائی ہے۔

افسران کے اس کلین اَپ کا مقصد امریکہ کے ایک خدشے کو ختم کرنا تھا یعنی خلافت کی

واپسی۔ مارچ 2009 میں امریکہ کی سینٹرل کمانڈ کے کمانڈر کے مشیر ڈیوڈ کلکلین نے ایک انٹرویو میں کہا کہ ''پاکستان کی آبادی 173 ملین ہے، 100 ایٹمی ہتھیار ہیں، امریکہ سے بڑی آرمی ہے... ہم اس مقام پر پہنچ رہے ہیں... کہ انتہا پسند اقتدار پر قابض ہو جائیں... اور جو کچھ ہم نے اب تک اس دہشت گردی کی جنگ میں دیکھا ہے یہ اس سے بہت بڑھ کر ہوگا''۔ 16 نومبر 2009 کو نیویارکر میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں کہا گیا کہ ''اصل خوف بغاوت کا ہے کہ کہیں پاکستان کی افواج میں موجود انتہا پسند کوئی بغاوت برپا کر دیں... ایک تجربہ کار اوبامہ انتظامیہ کے رکن نے حزب التحریر کی جانب توجہ مبذول کرائی... جس کا مقصد خلافت کا قیام ہے''۔ اور جہاں تک ہندو ریاست کا تعلق ہے، تو اسی مضمون میں بھارت کی جاسوس ایجنسی ''را'' سے تعلق رکھنے والے ایک تجربہ کار اہلکار نے بیان کیا کہ ''ہماری پریشانی پاکستان میں موجود ایٹمی ہتھیار ہیں۔ ہم اس وجہ سے پریشان نہیں ہیں کہ پاکستان میں مُلا اقتدار پر قابض ہو جائیں گے۔ ہم پاکستان آرمی میں موجود اُن سینئر افسران کے حوالے سے پریشان ہیں جو خلافت کے حامی ہیں... ان میں سے کچھ لوگوں پر ہماری نظر ہے جو اسلامی فوج کی قیادت کا عزم رکھتے ہیں''۔

لہٰذا امریکہ نے وسائل اور فوجی ساز و سامان مہیا کیے اور فوجی نقل و حرکت میں معاونت فراہم کی جبکہ ہماری قیادت میں موجود غداروں نے اپنے ہی مسلمان بھائیوں سے لڑنے کے لیے ''جوان'' مہیا کیے۔ یہ وہ سازش ہے جس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے فوجی قیادت میں موجود غدار بھرپور کوشش کر رہے ہیں تا کہ وہ یہ کہہ سکیں کہ اصل خطرہ بھارت سے نہیں ہے بلکہ اصل خطرہ اندرونی ہے۔ افواجِ پاکستان کے ہزاروں سپاہی اور افسران اور پاکستان کے عام شہری مارے جا چکے ہیں اور معیشت کو اربوں ڈالر کا نقصان پہنچ چکا ہے لیکن افواج کی قیادت میں موجود غداروں نے اپنی غداری اور صلیبی امریکہ سے اپنے قریبی اور قلبی تعلق کو چھپانے کے لیے مسلسل جھوٹ بولا۔ یہ صرف جھوٹے ہی نہیں ہیں بلکہ یہ بے شرم، عیار اور دھوکے باز سازشی ہیں۔

لہٰذا ایک طرف جنرل کیانی ڈرون حملوں کی مذمت کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی

امریکی اہلکاروں اور پاکستان میں موجود امریکی سفیر سے نجی ملاقاتوں میں ڈرون حملوں میں اضافے کا مطالبہ بھی کرتا ہے۔ اگرچہ ایبٹ آباد سانحہ پر کیانی نے موت کی سی خاموشی اختیار کیا (کیونکہ وہ خود اس میں ملوث تھا)، لیکن اس نے امریکہ کو شمالی وزیرستان میں یکطرفہ حملے پر خبردار کیا۔ اس نے کھل کر کہا کہ "وہ (امریکہ) شاید یہ کر گزرے لیکن انھیں ایسا کرنے سے قبل دس بار سوچنا پڑے گا کیونکہ پاکستان عراق یا افغانستان نہیں ہے"۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس نے فوج کو خبردار کیا کہ وہ امریکی احکامات کی مخالفت نہ کریں کیونکہ وہ امریکہ سے لڑنے کے قابل نہیں ہیں! اس کا مطلب یہ تھا کہ فوج یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ وہ امریکی حملوں کے خلاف ملک کا دفاع نہ کرے بلکہ اپنے ہی ملک میں امریکہ کی جنگ لڑے! اسی طرح جب اسے یہ خوف محسوس ہوا کہ امریکہ کی چاکری کرتے ہوئے وہ بے نقاب ہو چکا ہے تو اس نے پاکستان سے امریکی افواج کو فراہم کی جانے والی سپلائی لائن کو بند کرنے کا واضح اعلان کیا اور امریکہ کو وسطی ایشیائی ریاستوں کے ذریعے سپلائی کے راستوں کو تلاش کرنا پڑا تاکہ یہ سمجھا جائے کہ وہ امریکہ کے قریب نہیں ہے لیکن کچھ ہی عرصے بعد سپلائی لائن کو بحال کر دیا۔

اور بھارت کے خلاف دیے جانے والے بیانات کا بھی یہی تناظر ہے۔ 19 اکتوبر 2011 کو ڈان اخبار میں چھپنے والے ایک مضمون میں میجر جنرل ندیم نے کہا کہ انڈیا کے کولڈ سٹارٹ فوجی نظریے نے پاکستان کو درپیش خطرات میں اضافہ کر دیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ انڈیا کی نو میں سے سات کمانڈز اور تین کورز جو کہ حملے کے لئے ہنگامی بنیادوں پر تیار ہوتی ہیں، پاکستان کی سرحد پر تعینات ہیں۔ 81 فیصد مرکزی فوجی اڈے پاکستان کے خلاف بنائے گئے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ "ہم اپنی حکمت عملی کسی اچھی سوچ یا ارادے کی بنیاد پر نہیں بنا سکتے چاہے وہ سوچ کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو کیونکہ ارادے ایک رات میں ہی بدل سکتے ہیں۔ ہماری حکمت عملی کی بنیاد بھارتی صلاحیت کو سامنے رکھتے ہوئے ہونی چاہیے"۔ لہٰذا ہم پوچھتے ہیں کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ جنرل ندیم کے بیان کے کچھ عرصے بعد ہی جنرل کیانی کی سربراہی

میں، آرمی کی قیادت نے بھارت کو پاکستان کو درپیش اولین خطرے کے مقام سے ہٹا دیا۔ کیا یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جن کے متعلق اللہ سبحانہ وتعالی فرماتے ہیں: ﴿وَإِذَا لَقُواْ الَّذِينَ آمَنُواْ قَالُواْ آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْاْ إِلَى شَيَاطِينِهِمْ قَالُواْ إِنَّا مَعَكْمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِئُون ط اللّهُ يَسْتَهْزِءُ بِهِمْ وَيَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُون ط أُوْلَـئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوُاْ الضَّلاَلَةَ بِالْهُدَى فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُواْ مُهْتَدِيْن ﴾ ''تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمھارے ساتھ ہیں، ہم تو ان سے صرف مذاق کرتے ہیں۔ اللہ تعالی بھی ان سے مذاق کرتا ہے اور انھیں ان کی سرکشی اور بہکاوے میں اور بڑھا دیتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے میں خرید لیا ہے، پس نہ تو ان کی تجارت نے ان کو فائدہ پہنچایا اور نہ یہ ہدایت والے ہوئے'' (البقرہ:16-14)۔

ب) اہم سیاسی پہلو: افواج کے اصل کردار، یعنی اسلام اور مسلمانوں کی خدمت، کو بحال کرنے کے لیے درکار عوامل

ب 1: جہاں تک خطے میں موجود دشمن فوجوں کا تعلق ہے تو امریکہ کا افغانستان پر قبضہ اور خطے میں اس کا اثر ورسوخ خالصتاً پاکستان، اس کی جانب سے فراہم کی جانے والی نقل وحمل کی سہولیات، اس کی انٹیلی جنس اور اس کی پیشہ ور قابل فوج پر منحصر ہے۔ اس بات کو جاننے کے بعد کہ افواج پاکستان کو قابو کیے بغیر اس کو کامیابی نہیں مل سکتی، امریکہ نے اس پالیسی کو اپنایا ہے کہ وہ پاکستان کی سیاسی وفوجی قیادت میں اپنے لیے ایجنٹ تلاش کرے۔ امریکہ کے سیاسی وفوجی اہلکاروں کی ملک کی سیاسی وفوجی قیادت میں موجود لوگوں سے مسلسل ملاقاتوں اور غیر ملکی فوجی تربیتی پروگراموں کے ذریعے اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کیونکہ ان رابطوں کے ذریعے انھیں اندازہ ہوتا ہے کہ کون ایجنٹ بننے کے لیے تیار ہے۔ لہٰذا خطے میں اس کی گرفت کمزور ہے اور اس صورتحال کو چند گھنٹوں میں بدلا جا سکتا ہے اگر پاکستان میں ایک مخلص قیادت کھڑی ہو جائے۔

جہاں تک بھارت کا تعلق ہے تو اس کی طاقت بہت کمزور ہے جس میں کسی بھی وقت

گرنے کی خاصیت پائی جاتی ہے۔ اس کے لوگوں میں اس حد تک باہمی تعصب موجود ہے کہ اس وقت بھی کئی علیحدگی پسند گروپ کام کر رہے ہیں جو بھارت سے مکمل علیحدگی چاہتے ہیں۔ بھارتی ریاست اس قابل ہی نہیں ہے کہ وہ غیر ہندوں یہاں تک کے نچلی ذات کے ہندوں کو بھی تحفظ اور خوشحالی فراہم کر سکے۔ ہندو ریاست توانائی کے لیے مسلم دنیا کے تیل و گیس کے ذخائر پر انحصار کرتی ہے جس کے تمام راستے پاکستان سے ہو کر گزرتے ہیں۔

ب2: اس خطے میں امریکہ کی تمام تر حکمت عملی کا انحصار ایک تابعدار پاکستان پر ہے۔ وسطی ایشیأ کے ممالک میں گھسنے کے لیے اس کا انحصار پاکستان پر ہے، افغانستان میں استحکام کے لیے وہ پاکستان پر انحصار کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ پاکستان بھارت کو طاقتور بننے کی راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ کرے۔ اپنے مخصوص محل وقوع اور طاقت کی بنا پر اس خطے کی اصل طاقت پاکستان ہے جس کی پالیسی خطے کی صورتحال پر اثر انداز ہوتی ہے۔ لہٰذا قومیت پرستی کے محدود نظریے کے برخلاف اس خطے میں اسلام کی بنیاد پر ایک مسلم طاقت کا قیام خطے کی صورتحال کو مکمل طور پر بدل دے گا۔ جنوبی ایشیأ اور وسطی ایشیأ کے 50 کروڑ سے زائد مسلمانوں کو متحد کرنے کے لیے اسلام ایک زبردست قوت ہے جس میں سے 200 ملین مسلمان خود ہندو ریاست میں بستے ہیں۔ بھارت، بنگلادیش اور پاکستان کے مسلمانوں کے درمیان گھرا ہوا ہے جس کی وجہ سے اس کی بحریہ کی بحیرۂ عرب اور بحرِ اوقیانوس میں پہنچ محدود ہو جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بھارت کے تمام توانائی اور تجارتی زمینی راستے مسلم دنیا سے گزرتے ہیں۔ مسلمانوں کی کل افواج کی تعداد تقریباً 60 لاکھ ہے جبکہ بھارت کی فوج 10 لاکھ ہے۔ خلافت کی تحریک وسطی اور جنوبی ایشیأ میں پھیل چکی ہے لہٰذا مسلمانوں کے علاقوں کو جوڑنے کے لیے درکار عوامل بھی اس وقت موجود ہیں۔

ب3: خطے میں کئی غیر مسلم ریاستیں ہیں جن کی پاکستان کے ساتھ کوئی دشمنی نہیں ہے اور وہ بھی خطے میں اپنی سرحدوں پر امریکی موجودگی سے پریشان ہیں۔ ان ممالک کو مسلم علاقوں میں موجود عظیم قدرتی وسائل سے استفادہ کرنے کی پیشکش کے ذریعے اپنے قریب کیا جا سکتا ہے۔

ب4: پاکستان کی مستقل فوج کی تعداد 6 لاکھ سے زائد جبکہ ریزرو فوج کی تعداد 5 لاکھ سے زائد ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ 3 لاکھ پیراملٹری فورسز، 20 ہزار سٹریٹیجک پلانز ڈویژن فورسز بھی موجود ہیں۔ اس بات کو مدنظر رکھا جائے کہ پاکستان کی آبادی کا بڑا حصہ نوجوانوں پر مشتمل ہے جس کی وجہ سے لڑنے والے قابل مردوں کی تعداد میں کئی گنا اضافہ ہوجاتا ہے۔

ج) قانونی حکم: افواج کی ذمہ داری: انسانیت کو کفر کی حکمرانی کے ظلم سے نجات دلانا

ج1: خلافت میں اسلامی افواج کے کمانڈر انچیف کی سیاسی سوچ موجودہ امریکہ کے سیاسی غلاموں سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ ریاست کا بنیادی محور و مرکز، اس کے سیاسی اقدامات، اس کے میڈیا کا استعمال اور فوجی اقدامات، تمام کے تمام خارجہ پالیسی کے تین اہداف کو حاصل کرنے کے لیے ہوں گے۔

پہلا: خلیفہ ضرررساں غیر مسلم ریاستوں سے حالتِ جنگ کی بنیاد پر تعلقات استوار کرے گا۔ یہ وہ ممالک ہیں جو مسلم علاقوں پر قابض ہیں یا اس جیسی کسی دوسری جارحیت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ خلیفہ مسلمانوں کے وسائل کو مقبوضہ مسلم علاقوں کی آزادی کے لیے استعمال کرے گا جیسا کہ کشمیر اور فلسطین۔ اس کے ساتھ ان دشمن ممالک سے درپیش خطرے کو اس طرح بھی کم کیا جائے گا کہ مسلم علاقوں میں موجود ان کے تمام اڈوں، سفارت خانوں کو بند اور اہلکاروں کو ملک سے نکال دیا جائے گا۔ خلافت ان سے ہر قسم کے سیاسی اور فوجی رابطے ختم کردے گی اور دیگر غیر حربی کافر ممالک سے نئی بنیادوں پر تعلقات قائم کرے گی۔ جس طرح ماضی میں ہوتا رہا ہے ویسے ہی خلافت اس معاملے پر کوئی نرمی نہیں دکھائے گی چاہے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کئی دہائیاں ہی کیوں نہ بیت جائیں جیسے صلیبیوں سے مسجد الاقصیٰ کی آزادی کے لیے تقریباً ایک صدی تک جہاد کیا گیا۔

دوسرا: خلافت موجودہ مسلم ممالک کو اس نظر سے دیکھے گی کہ انھیں ایک ریاست میں ڈھالا جائے کیونکہ تمام مسلمانوں کی واحد ریاست صرف خلافت ہی ہوتی ہے اور امت کو اسلام کے نفاذ کے

لیے خلیفہ کا لازماً کڑا احتساب کرنا چاہیے۔ خلافت کے قیام کے پہلے گھنٹے سے خلیفہ مسلمانوں کے درمیان قائم ان سرحدوں کے خاتمے کے لیے اقدامات اٹھانا شروع کر دے گا، مسلمانوں کی ایک واحد فوج قائم کرے گا اور مسلمانوں کے عظیم وسائل کو ایک واحد بیت المال کے تحت منظّم کرے گا۔ اور حزب التحریر، جو خلافت کے قیام کے لیے کام کرنے والی دنیا کی سب سے بڑی سیاسی جماعت ہے، اس مقصد کے حصول کے لیے خلیفہ کی بھرپور مدد کرے گی۔

تیسرا: خلافت غیر مسلم غیر حربی ریاستوں سے تعلقات استوار کرے گی۔ ان تعلقات کا مقصد اسلام کی دعوت کو پوری دنیا تک پہنچانا ہوگا جیسا کہ اس سے پہلے خلافت ایک ہزار سال تک اس فریضے کی ادائیگی کرتی آئی ہے۔ یہ امت جو آخری نبی ﷺ کی امت ہے، کی زندگی کا مقصد اسلام کے پیغام کو پوری دنیا تک پہنچانا ہے۔ خلافت کی پوری تاریخ میں خلافت دنیا کے لیے روشنی کا مینار اور انسانیت کے لیے ہدایت کا سر چشمہ رہی ہے۔ ایک ہزار سال تک خلافت نے حکمرانی، انصاف، خوشحالی، علم اور تحفظ کے انتہائی اعلیٰ پیمانے قائم کیے۔ خلافت نے مستقل اسلام کی دعوت کو دنیا کے چاروں کونوں تک پھیلانے اور انسانیت کو انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین کے ظلم سے نجات دلانے کی انتھک جدوجہد کی۔ خلافت کی افواج کا لوگ خوش دلی سے اپنے علاقوں میں استقبال کرتے تھے کیونکہ وہ کوئی استعماری فوج نہیں ہوتی تھی جو صرف لوٹ مار اور قتل و غارت گری کے لیے دوسرے علاقوں پر حملہ آور ہوتی بلکہ وہ متقی مجاہدین کی فوج ہوتی تھی جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کلمہ کی سربلندی کے لیے کام کرتے تھے۔ اور پھر کچھ وقت گزرنے کے بعد اسلام کے عملی نفاذ کی برکتوں کو دیکھ کر لوگ جوق در جوق اسلام قبول کر لیتے تھے۔ لہٰذا خلافت ان ریاستوں سے معاشی، تجارتی، اچھے ہمسائیگی اور ثقافتی تعلقات استوار کرے گی جن میں اسلام کو قبول کرنے کے زیادہ امکانات موجود ہوں۔ خلافت ان تعلقات کو استعمال کرے گی اور دنیا کے سامنے ان پر مسلط سرمایہ دارانہ نظام کے ظلم، استحصال اور ناانصافی کو بے نقاب کرے گی۔ خلافت اسلام کو ایک متبادل اور عملی نظام کی صورت میں پیش کرے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ ان ریاستوں

کے شہریوں کو ریاست خلافت میں آنے اور اسلام کی برکات کا مشاہدہ کرنے کی دعوت دے گی۔ ان تمام اقدامات کا مقصد یہ ہوگا کہ ایک علاقے کے لوگوں کو خلافت میں شامل ہونے کے لیے تیار کیا جائے اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو پھر جہاد کے ذریعے اس مادی طاقت کو ہٹایا جائے گا جو اس علاقے کو اسلامی ریاست کا حصہ بننے سے روک رہی ہو۔ یہ جہاد اس معاشرے کے لوگوں پر حملہ نہیں ہوگا بلکہ صرف ان کی افواج کے خلاف جنگ ہوگی جس میں اس بات کا سختی سے خیال رکھا جائے گا کہ شہری کسی نقصان سے محفوظ رہیں بالکل ویسے ہی جیسا کہ ماضی میں بھی جب خلافت نئے علاقوں میں داخل ہوتی تھی تو اس علاقے کے شہری کسی بھی قسم کے ظلم وستم سے محفوظ رہتے تھے۔

خلیفہ ان تمام معاملات اور فوج کی بذات خود نگرانی کرے گا یعنی سیاسی نقطہ نظر اور فوجی طاقت کا زبردست امتزاج ہوگا۔ خلیفہ عالمی سطح پر ایسے سیاسی اقدامات اٹھائے گا جس کے نتیجے میں دشمن ریاستیں تنہا اور کمزور ہو جائیں۔ لہذا فوجیں صرف اسی وقت حرکت میں آئیں گی جب حقیقی بیرونی خطرہ درپیش ہو یا کوئی اور انتہائی اہم ضرورت درپیش ہو۔ فوجوں کو خود ساختہ جنگوں میں امریکہ کے مفاد کی تکمیل کے لیے استعمال نہیں کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ ایک سیاست دان اور ایک رہنما ہونے کے ناطے خلیفہ کی نگاہ صرف فوجی مقاصد تک محدود نہیں ہوتی بلکہ وہ اہداف کو حاصل کرنے کے لیے سیاسی اقدامات کے ذریعے فوجی صلاحیت میں اضافہ کرتا ہے۔

حزب التحریر نے ریاست خلافت کے دستور کی دفعہ 65 میں اعلان کیا ہے کہ "خلیفہ ہی فوج کا سپہ سالارِ اعلیٰ ہے وہی فوج کے لیے کمانڈر انچیف کا تقرر کرے گا اور وہی ہر بریگیڈ کے لیے کمانڈر مقرر کرے گا اور ہر بٹالین کے لیے بھی کمانڈر مقرر کرے گا، فوج کی باقی ترتیب و تنظیم خود فوجی کمانڈر کریں گے، کسی شخص کو اسٹاف کمانڈر مقرر کرنے لیے اس کی جنگی مہارت اور قابلیت کو دیکھا جائے گا اور اس کا تقرر کمانڈر انچیف کرے گا"۔ اس دفعہ میں مزید لکھا ہے کہ "جہاد تمام مسلمانوں پر فرض ہے لیکن جہاد کی ذمہ داری اور اس کی سرپرستی خاص خلیفہ کا کام ہے۔ خلیفہ کے

لیے یہ جائز ہے کہ اس کام کے لیے وہ کسی کو اپنا نائب مقرر کرے لیکن وہ نائب خلیفہ کی سرپرستی اور نگرانی میں کام کرے گا۔ یہ جائز نہیں کہ خلیفہ اپنے نائب کو مکمل آزادی دے اور خود اس کی سرپرستی اور نگرانی نہ کرے''۔ اور فوجوں کی نقل وحرکت کے حوالے سے دستور کی دفعہ 66 میں لکھا ہے کہ ''فوج کو ایک ہی فوج بنایا جائے گا اور انھیں خاص چھاؤنیوں میں رکھا جائے گا، تاہم یہ چھاؤنیاں مختلف صوبوں میں ہوں گی اور ان میں سے بعض کو اسٹریٹیجک (جنگی اہمیت کے حامل) علاقوں میں بنایا جائے گا ، اسی طرح کچھ فوجی اڈے ہمیشہ متحرک رہیں گے اور یہ بے پناہ جنگی قوت کے حامل ہوں گے، ان فوجی چھاؤنیوں یا اڈوں کو کئی ایک مجموعوں کی شکل میں منظّم کیا جائے گا اور ہر مجموعے کو جیش (فوج) کہا جائے گا پھر ہر ایک کا اپنا نمبر ہو گا مثال کے طور پر 1 نمبر یا 2 نمبر یا پھر صوبوں اور عمالہ (ضلع) کے نام پر اس کا نام رکھا جائے گا''۔ اسی دفعہ میں مزید کہا گیا ہے کہ ''اس قاعدے کے مطابق کہ 'جس کام کے بغیر کوئی فرض ادا نہیں ہو سکتا وہ کام بھی فرض ہے'۔ جیسے ملک کی حفاظت کا لازم ہونا، سرحدوں پر فوج تعینات کرنا، جنگی حکمت عملی کے مقامات پر فوجی اڈے بنانا وغیرہ''۔

ج2: جہاں تک فوج پر اٹھنے والے اخراجات کا تعلق ہے تو خلافت اس روایتی کشمکش کا خاتمہ کرے گی کہ آیا صحت وتعلیم پر خرچ کیا جائے یا دفاعی ضروریات پر۔ خلافت کی معیشت نہ تو سوشلسٹ ہوتی ہے اور نہ ہی سرمایہ دارانہ، لہٰذا خلافت، خلیفہ پر عائد تمام ذمہ داریوں کے لیے درکار ضروری اخراجات کے لیے بڑی تعداد میں محصولات اکٹھا کرے گی لیکن اس کے باوجود نہ تو لوگوں پر اور نہ ہی معیشت پر کوئی بوجھ پڑے گا۔ خلافت محصولات کے نظام کی شریعت کے احکامات کے مطابق تشکیل نو کرے گی تا کہ صنعتیں تیزی سے ترقی کریں جو فوجی برتری کے لیے انتہائی ضروری ہے اور ٹیکنالوجی کے لیے دوسری ریاستوں پر انحصار کا خاتمہ کرے گی۔ خلیفہ عوامی اثاثوں کے ذریعے بہت بڑی تعداد میں محصولات جمع کرے گا جیسے توانائی کے وسائل کے ذریعے، بڑے بڑے ریاستی اداروں کے ذریعے جیسے بھاری مشینری بنانے والے اداروں کے ذریعے۔ خلیفہ انکم ٹیکس اور سیلز ٹیکس جیسے ظالمانہ ٹیکسوں کا خاتمہ کرے گا جس کی وجہ سے معیشت سکڑ کر رہ گئی

ہے۔ خلافت استعماری ممالک اوران کے اداروں کوسود پرمبنی قرضوں کی ادائیگی سے انکار کردے گی جو پاکستان کے بجٹ کا ایک تہائی حصہ سود کی ادائیگی میں کھا جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ بات ایک حقیقت ہے اورساری دنیا جانتی بھی ہے کہ ان قرضوں کوسود کی وجہ سے اصل رقم سے بھی بڑھ کر کئی بار ادا کیا جاچکا ہے۔اور اگران تمام اقدامات کے باوجود خلیفہ کو اپنی اس ذمہ داری کی ادائیگی کے لیے مزید رقم کی ضرورت ہوتو وہ چندے یا قرضے یا ہنگامی دولت ٹیکس کا مطالبہ کرسکتا ہے لیکن یہ ٹیکس صرف انہی لوگوں سے لیا جاتا ہے جو اپنی بنیادی ضروریات اور کچھ آسائشوں کو پورا کرنے کے بعد بھی دولت کے مالک ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ خلافت کے لئے اپنی افواج کو طاقتور ترین فوج بنانا اور دوسری اقوام پر فوجی برتری حاصل کرنا ضروری ہے اوراس کا لازمی نتیجہ صنعتی ترقی اور ٹیکنالوجی کے میدان میں ایجادات کی صورت میں نکلے گا جس کے نتیجے میں معیشت تیزی سے ترقی کرے گی۔ یہ وہ تصور ہے جس کا مشاہدہ آج مغربی اقوام کررہی ہیں جس میں امریکہ بھی شامل ہے۔ ماضی میں خلافت سائنسی علوم اور ٹیکنالوجی کے میدان میں ترقی میں سب سے آگے تھی اور کئی صدیوں تک اپنے مد مقابل اقوام سے اس میدان میں بہت آگے رہی۔ہتھیاروں کی تیاری ،بحری اور برّی جنگی صلاحیت کے حوالے سے خلافت دنیا میں سب سے آگے تھی جس کی وجہ سے خلافت کئی صدیوں تک دنیا کی واحد سپر پاور کا کردار ادا کرتی رہی۔مستقبل میں بھی انشاءاللہ خلافت اسی مقام کو حاصل کرنے کے لیے زبردست کوشش کرے گی تا کہ اسلام کی دعوت کو پوری انسانیت تک پہنچایا جاسکے۔لہذا ایک طرف خلافت مغرب پر ٹیکنالوجی کے انحصار کا خاتمہ کرے گی اور ساتھ ہی صنعتی ترقی اور تحقیق کے شعبے پر بھرپور توجہ دے گی۔

حزب التحریر نے ریاست خلافت کے دستور کی دفعہ 69 میں اعلان کیا ہے کہ ''یہ بھی فرض ہے کہ فوج کے پاس وافر مقدار میں اسلحہ، آلات جنگ اور ساز وسامان اور جنگی مہمات کے لیے لازمی اور ضروری چیزیں ہوں تا کہ ایک اسلامی فوج ہونے کی حیثیت سے وہ باآسانی اپنی ذمہ

داری کو ادا کر سکے''۔اسی دفعہ میں اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ''اس کی دلیل اللہ سبحانہ وتعالی کا یہ فرمان ہے کہ ﴿ وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ﴾ ''اورتم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کو تیار رکھو کہ اس سے تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان کے علاوہ اوروں کو بھی جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں خوب جانتا ہے، خوف زدہ رکھ سکو اور جو کچھ بھی تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا حق نہ مارا جائے گا''(الانفال:60)۔ جہاد وقتال کی تیاری کرنا فرض ہے اور یہ تیاری اتنی واضح اور زبردست ہونی چاہئے کہ اس سے کفار اور دشمنوں پر رعب اور خوف طاری ہو جائے اور ریاست کے اندر منافق رعایا کو بھی دہشت میں مبتلا کرے۔اللہ تعالیٰ نے''(تُرْهِبُونَ) دہشت زدہ کرتے رہو''فرمایا ہے یہ تیاری کی وجہ اور علت ہے اور تیاری اس وقت تک مکمل نہیں سمجھی جائے گی جب تک وہ علت پوری نہ ہو جو شرع نے بتائی ہے اور یہ علت، دشمنوں اور منافقین کو خوف زدہ اور دہشت زدہ کرنا ہے اس لیے فوج کو ہر قسم کا اسلحہ، آلات اور فوجی ساز وسامان مہیا کرنا فرض ہے تا کہ دشمن عملاً خوف زدہ ہو سکیں اور فوج جہاد کے حوالے سے اپنی ذمہ داری کو انجام دینے کے قابل ہو اور اسلام کی دعوت کو دنیا کے سامنے پیش کر سکے۔''

ج3: جہاں تک فوج کی تربیت کا معاملہ ہے تو خلافت پہلے دن سے دنیا کی صف اول کی ریاست بننا چاہے گی تا کہ اسلام کی دعوت کو پوری انسانیت تک پہنچایا جا سکے۔اس مقصد کے حصول کے لیے خلافت اپنی فوج کو فوجی تربیت سے لے کر اسلام کے احکامات تک کی تمام تر تربیت فراہم کرے گی۔ یہ فوجی تربیت دشمن ریاستوں کے ٹرینرز (trainers) فراہم نہیں کریں گے کیونکہ اس قسم کے تربیتی پروگراموں کو استعمال کرتے ہوئے دشمن ہم میں اپنا رعب پیدا کرتا ہے اور مسلمانوں کی جنگی چالوں سے واقفیت حاصل کرتا ہے۔اس کے علاوہ میدان جنگ میں صحیح بنیادوں

پر لڑنے کے جذبے اور میدان جنگ میں حاصل کی گئی کامیابی کو مستقل کرنے اور نئے علاقوں کے لوگوں کے دلوں کو اسلام کے لیے جیتنے کے لیے اسلامی احکامات کی تعلیم بھی انتہائی ضروری ہے۔لہذا افواج کی تربیت کے ہر مرحلے پر یہ واضح کیا جائے گا کہ خلافت کوئی استعماری طاقت نہیں ہے جو شہریوں کا قتل عام کرے اور اس علاقے کے وسائل کو لوٹے۔ بلکہ اسلام تمام انسانیت کے لیے رحمت ہے اور خلافت نئے علاقوں کے شہریوں کا تحفظ کرے گی جیسا کہ وہ اپنے دوسرے شہریوں کا تحفظ کرتی ہے۔یقیناً ماضی میں مسلمانوں کی فوجوں کو مظلوم خود پر ہونے والے ظلم سے نجات حاصل کرنے کے لیے خود بلاتے تھے کیونکہ ان کے انصاف کی شہرت ہر طرف عام تھی۔

حزب التحریر نے ریاست خلافت کے دستور کی دفعہ 67 میں اعلان کیا ہے کہ ''فوج کے لیے انتہائی اعلیٰ سطح کی عسکری تعلیم کا بندوبست کرنا فرض ہے اور جہاں تک ممکن ہو فوج کو فکری لحاظ سے بھی بلند رکھا جائے گا،فوج کے ہر ہر فرد کو اسلامی ثقافت سے مزین کیا جائے گا تاکہ وہ اسلام کے بارے میں مکمل بیدار اور باشعور ہو اگر چہ یہ اجمالی شکل میں ہی کیوں نہ ہو''۔اسی طرح دستور کی دفعہ 68 میں لکھا ہے کہ ''ہر چھاؤنی میں ایسے کمانڈروں کی موجودگی انتہائی ضروری ہے جو جنگی منصوبہ بندی اور حکمت عملی ترتیب دینے میں اعلیٰ قسم کی مہارت اور تجربہ رکھتے ہوں اور پوری فوج میں بھی ایسے کمانڈروں کی تعداد ممکن حد تک زیادہ ہونی چاہیئے''۔

ج4: جہاں تک افواج کی تعداد کا تعلق ہے یہ امت جہاد کی امت اور پوری انسانیت تک اسلام کی دعوت پہنچانے کی ذمہ دار ہے۔اس کے کردار کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ لوگوں پر مسلط ظلم اور جبر کو ہٹاتی ہے۔ پورے معاشرے کی ترجیحات کا ان بنیادوں پر از سرِ نو تعین کیا جائے گا کہ اسلام کی دعوت کو پوری انسانیت تک پہنچانا اور جہاد کرنا ہی ایک اسلامی معاشرے کی بنیادی ذمہ داری ہے۔جیسا کہ حزب التحریر نے ریاست خلافت کے دستور کی دفعہ 62 میں اعلان کیا ہے کہ'' جہاد مسلمانوں پر فرض ہے اور فوجی تربیت لازمی ہے، ہر مسلمان مرد جس وقت اس کی عمر پندرہ سال ہو جائے جہاد کی تیاری کے لیے فوجی تربیت حاصل کرنا اس پر فرض ہو جائے گا،فوج میں باقاعدہ بھرتی

ہونا فرض کفایہ ہے''۔اور دفعہ 63 میں لکھا ہے کہ ''فوج دو قسم کی ہوتی ہے: ریزرو فوج (Reserve Army)، اس میں مسلمانوں میں اسلحہ استعمال کرنے کے قابل تمام لوگ شامل ہیں، دائمی اور مستقل فوج، ان کو ریاستی بجٹ سے دوسرے ملازمین کی طرح تنخواہیں دی جائیں گی''۔

نوٹ: خلافت کے قیام کے فوراً بعد اس پالیسی کو نافذ کیا جائے گا۔اس پالیسی کے قرآن وسنت سے تفصیلی دلائل جاننے کے حزب التحریر کی جانب سے جاری کیے گئے ریاستِ خلافت کے دستور کی دفعات 69,68,67,66,65,64,63,62,61 سے رجوع کریں۔متعلقہ آئینی دفعات کو دیکھنے کے لیے اس ویب سائٹ لنک کو دیکھیں۔

http://htmediapak.page.tl/policy-matters.htm

د) پالیسی: ایک اسلامی عالمی طاقت کے لیے فوج کا قیام

د1: خلیفہ سیاسی اور فوجی قائد ہونے کے ناطے افواج کی سمت کا تعین کرے گا تا کہ افواج جہاد میں اپنے کردار اور امت کو غیر مسلم دشمن ممالک سے محفوظ بنانے، مسلم ممالک کو جوڑ کر ایک ریاست بنانے اور اسلام کی دعوت کو پوری انسانیت تک لے کر جانے کی ذمہ داری کو نبھائیں۔

د2: ایک تیز رفتار صنعتی ترقی جس کے ذریعے فوجی برتری قائم ہو اور اعلیٰ معاشی نظام جو ریاستِ خلافت کو اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے کثیر محاصل فراہم کر سکے۔ ان اقدامات کے ذریعے دشمن ریاستوں پر ٹیکنالوجی کے انحصار کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔

ج3: مقامی فوجی تربیتی اداروں کے قیام اور اسلامی ثقافت کی آگاہی کے ذریعے دشمن ممالک سے فوجی تربیت کی ضرورت کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔دشمن ریاستوں کے اہلکاروں سے تمام تعلقات منقطع کر لیے جائیں گے جن میں فوجی تربیت، انٹیلی جنس معلومات کا تبادلہ اور ایک فوج کا دوسرے ملک کی فوج سے تعلق بھی شامل ہے۔

5) بھارت

ا) مقدمہ: ہندو جارحیت امریکی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہماری حمایت کا نتیجہ ہے

یہ کیانی اور زرداری حکومت کی پالیسیوں کا نتیجہ ہے کہ بھارت پاکستان کے خلاف جارحیت کا ارتکاب کرنے کی جرأت کرتا ہے چاہے وہ حالیہ دنوں میں لائن آف کنٹرول پر پاکستان کی چیک پوسٹ پر حملہ ہو یا اس سے قبل ہونے والے حملے ہوں۔ سابق امریکی صدر بل کلنٹن کے دور سے کیانی کا آقا امریکہ بھارت کو اپنے حلقہ اثر میں لانے کے لیے پاکستان کو استعمال کرتا آرہا ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے امریکہ بھارت کو مسئلہ کشمیر کو دفن کرنے، افغانستان میں بھارتی اثر ورسوخ کو بڑھانے، بھارتی معیشت کو طاقتور بنانے کے لیے پاکستان کی مارکیٹ تک اس کو رسائی فراہم کرانے اور پاکستان کی فوجی خصوصاً ایٹمی صلاحیت میں کمی کروانے کی یقین دہانی کراتا ہے۔ جنرل مشرف کی دست راست ہونے کے ناطے، جنرل کیانی نے پاکستان میں امریکہ کی فوجی اور انٹیلی جنس موجودگی کو بے تحاشا بڑھانے اور افغانستان میں امریکی قبضے کو مستحکم کرنے میں جنرل مشرف کی زبردست اعانت کی۔ اس مشرف کیانی اتحاد کا امریکہ نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور بھارت کو اپنے حلقہ اثر میں لانے کے لیے اس نے اپنے دروازے کھول دیے اور اب بھارت نہ صرف افغانستان میں زبردست اثر ورسوخ حاصل کر چکا ہے بلکہ اسے پاکستان کے اندر افراتفری پیدا کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ اس کے علاوہ کشمیر سے دستبرداری اور ہماری افواج کا قبائلی علاقوں میں امریکی فتنے کی جنگ میں ملوث ہو جانے کے بعد بھارت نے سکون کا سانس لیا ہے اور رہی سہی قصر چند دن قبل ہی امریکہ کی خواہش پر افواج پاکستان کی جنگی ڈاکٹرائن میں جنرل کیانی نے اہم تبدیلی کرتے ہوئے "اندرونی خطرے" کو پاکستان کی سلامتی کو درپیش سب سے بڑا خطرہ قرار دے کر پوری کر دی ہے۔ یہ وہ وجوہات ہیں جس کی بنا پر بھارت کو اس قدر جرأت ہوئی کہ وہ

ہماری افواج کی جانب میلی آنکھ سے دیکھ سکے۔

ب) اہم سیاسی پہلو: وہ عوامل جو جنوبی اور وسطی ایشیاء میں مسلمانوں کے غلبہ حاصل کرنے کو موزوں بناتے ہیں

ب1: امریکہ اور بھارت کا افغانستان پر اثر ورسوخ مکمل طور پر پاکستان کی جانب سے فراہم کی جانے والی فضائی اور زمینی راہداری، انٹیلی جنس اور اس کی پیشہ وارانہ اور قابل فوج کی مدد کی وجہ سے ہے۔

ب2: ہندو ریاست ایک کمزور ریاست ہے جس کی وجہ سے وہ ٹوٹ کر بکھر سکتی ہے۔ اس کی بنیاد میں عصبیت اس حد تک موجود ہے کہ کئی علیحدگی پسند تحریکیں برسرِ پیکار ہیں جو بھارت کی تقسیم چاہتی ہیں۔ بھارت میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہے کہ وہ اپنے غیر ہندوں شہریوں، یہاں تک کہ چھوٹی ذات سے تعلق رکھنے والے ہندوں کو بھی، تحفظ اور خوشحالی فراہم کر سکے۔

ب3: ہندو ریاست تیل وگیس کے لیے مسلم علاقوں پر انحصار کرتی ہے جن تک پہنچنے کے لیے پاکستان کی اجازت ضروری ہے۔

ب4: اسلام جنوبی اور وسطی ایشیأ کے مسلمانوں کو جوڑنے والی قوت ہے۔ اس خطے میں مسلمانوں کی تعداد پچاس کروڑ سے زیادہ ہے جس میں سے تقریباً بیس کروڑ ہندو ریاست میں بستے ہیں۔ مسلمانوں کی مجموعی فوج کی تعداد تقریباً ساٹھ لاکھ ہے جبکہ ہندوستان کی فوج کی تعداد دس لاکھ ہے۔ خلافت کی دعوت جنوبی اور وسطی ایشیأ میں پھیل چکی ہے لہذا اس خطے میں مسلمانوں کی سرزمینوں کو ملا کر ایک اسلامی ریاست کو قائم کرنے کے لئے درکار تمام عوامل موجود ہیں۔

ب5: خطے میں ایسے کئی غیر مسلم ممالک ہیں جو مسلمانوں کے خلاف جارحانہ عزائم نہیں رکھتے، جو اپنے ملکوں میں امریکہ اور بھارت کی مداخلت کو قطعاً پسند نہیں کرتے۔ یہ ممالک بھی مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو کر ہماری طاقت میں تقویت کا باعث ہوں گے۔

ج) قانونی حکم: غیر مسلم حربی، غیر مسلم غیر حربی اور موجودہ مسلم ممالک سے تعلقات

ج1: غیر مسلم حربی ریاستوں سے جنگی قوانین کے مطابق نمٹا جائے گا۔ یہ وہ ممالک ہیں جنھوں نے مسلم علاقوں پر قبضہ کر رکھا ہے اور ان کے خلاف جارحیت کا ارتکاب کرتے ہیں۔

حزب التحریر نے ریاست خلافت کے دستور کی دفعہ 189 کی شق 3 میں اعلان کیا ہے کہ ''وہ ریاستیں جن کے ساتھ ہمارے کوئی معاملات نہیں یا ستعاری ممالک جیسے برطانیہ، امریکا، اور فرانس یا وہ ممالک جو ہمارے علاقوں پر نظریں جمائے ہوئے ہیں، جیسے روس۔ یہ ریاستیں ہمارے ساتھ حکماً متحارب (جنگی حالت میں) ہیں۔ ان کے حوالے سے ہر طرح کی احتیاط برتی جائے گی۔ ان کے ساتھ کسی بھی قسم کے سفارتی تعلقات استوار کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ ان ریاستوں کے شہری ہمارے علاقوں میں پاسپورٹ اور خصوصی اجازت اور ہر شخص کے لیے الگ ویزے اور ہر نئے دورے پر نئے ویزے کے ساتھ داخل ہو سکتے ہیں ماسوائے کہ ان سے عملاً جنگ شروع ہو جائے''۔ اسی دفعہ کی شق 4 میں لکھا ہے کہ ''وہ ریاستیں جو ہمارے ساتھ عملاً حالت جنگ میں ہوں، مثال کے طور پر ''اسرائیل'' ان کے ساتھ ہر حوالے سے حالتِ جنگ کا ہی معاملہ کیا جائے گا۔ ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا جائے گا گویا ہماری اور ان کی جنگ ہو رہی ہے اگرچہ ہمارے اور ان کے درمیان سیز فائر جنگ بندی ہو ان کا کوئی شہری ہمارے علاقے میں داخل نہیں ہوسکتا''۔

ج2: جہاں تک موجودہ مسلم ممالک کا تعلق ہے تو انھیں ریاست کے اندر ضم کرنے کے زمرے میں رکھا جائے گا کیونکہ خلافت تمام مسلمانوں کی واحد ریاست ہوتی ہے اور امت کے لیے لازمی ہے کہ وہ اسلام کے نفاذ کے لیے خلیفہ کا ساتھ دے۔

جیسا کہ حزب التحریر نے ریاست خلافت کے دستور کی دفعہ 181 میں اعلان کیا ہے کہ ''سیاست امت کی داخلی اور خارجی معاملات کی نگرانی (دیکھ بھال) کو کہتے ہیں۔ سیاست ریاست اور امت دونوں کی جانب سے ہوتی ہے۔ ریاست خود براہ راست عملی طور پر یہ نگرانی

(نگہبانی) کرتی ہے جبکہ امت اس ذمہ داری کی انجام دہی کے حوالے سے ریاست کا احتساب کرتی ہے"۔اور دستور کی دفعہ 189 کی شق 1 میں لکھا ہے کہ "وہ ریاستیں جو عالمِ اسلام میں قائم ہیں، ان سب کو یہ حیثیت دی جائے گی کہ گویا یہ ایک ہی ریاست کے اندر ہیں۔ اس لیے یہ خارجہ سیاست کے ذمرے میں نہیں آتیں۔ نہ ہی ان سے تعلقات خارجہ سیاست کے اعتبار سے قائم کئے جائیں گے، بلکہ ان سب کو ایک ریاست میں یکجا کرنا فرض ہے"۔

ج3: پوری دنیا تک اسلام کی دعوت پہنچانے کے لیے غیر مسلم غیر حربی ممالک سے تعلقات قائم کرنا۔اس کے لیے عالمی سطح پر سیاسی عمل کیے جائیں جس کے نتیجے میں دشمن ریاستوں کو تنہا اور کمزور کیا جائے۔

جیسا کہ حزب التحریر نے ریاست خلافت کے دستور کی دفعہ 184 میں اعلان کیا ہے کہ "خارجہ سیاست میں سیاسی چال چلنا ضروری ہے۔ سیاسی چال کی اصل طاقت اہداف کو خفیہ رکھنا جبکہ اعمال (کاروائیوں) کا اعلان کرنا ہے"۔اور دستور کی دفعہ 187 میں لکھا ہے کہ "امت کا سیاسی مسئلہ یہ ہے کہ اسلام اس امت کی ریاست کی قوت ہے، اور یہ کہ اسلامی احکامات کا بہترین طریقے سے نفاذ کیا جائے اور دنیا کے سامنے اسلامی دعوت کو پیہم طریقے سے پہنچایا جائے"۔اس طرح دستور کی دفعہ 189 کی شق 2 میں لکھا ہے کہ "وہ ریاستیں جن سے ہمارے اقتصادی، تجارتی، اچھے ہمسائیگی یا ثقافتی معاہدات ہیں، ان کے ساتھ ان معاہدات کے مطابق سلوک کیا جائے گا۔ ...ان کے ساتھ اقتصادی اور تجارتی تعلقات کچھ متعین اشیاء تک محدود ہوں گے اور ان اشیاء کی صفات معلوم ہوں۔ اور یہ ایسی اشیاء نہ ہوں کہ جس سے اس ریاست کو تقویت پہنچتی ہو"۔

نوٹ: خلافت کے قیام کے فوراً بعد خارجہ پالیسی سے متعلق دفعات کو نافذ کیا جائے گا۔ان دفعات کے قرآن وسنت سے تفصیلی دلائل جاننے کے لیے حزب التحریر کی جانب سے جاری کیے گئے ریاستِ خلافت کے دستور کی دفعات 189,187,185,184,181 سے رجوع

کریں۔

د) پالیسی: برصغیر پاک وہند پر غلبۂ اسلام کی واپسی

د1: افغانستان میں موجود نیٹو افواج کی سپلائی کی بندش جو افغانستان میں بھارتی سٹریٹیجک اثر و رسوخ کے بڑھنے کی بنیاد ہے۔ افغانستان سے تمام امریکی اور بھارتی اہلکاروں اور سفارت کاروں کی بے دخلی۔ امریکہ اور بھارت سے توانائی اور تجارت کے حوالے سے تمام تعلقات کا مکمل خاتمہ۔

د2: پوری مسلم دنیا کو ایک اسلامی ریاست میں ضم ہونے کی دعوت دینا خصوصاً ان کی افواج کو، کہ وہ ایجنٹ حکمرانوں، جن میں بنگلا دیش، افغانستان، ایران، ازبکستان بھی شامل ہیں، کو اتارنے کے لیے عوام کی مدد کریں۔ تمام مسلم افواج کو یہ پیغام جاری کرنا کہ کشمیر اور افغانستان کے مسئلہ کا حل ان کی آزادی اور ریاست خلافت میں ان کو ضم کرنا ہے۔

د3: خطے کی تمام غیر حربی ریاستوں کو اس بات کی دعوت دینا کہ وہ امریکہ و بھارت کی سازشوں میں ان کی مدد و معاونت سے دستبردار ہو جائیں اور اس کے بدلے انھیں مسلمانوں سے بہتر تعلقات اور دیگر فوائد کی پیشکش کرنا۔ ایک علاقائی میڈیا مہم شروع کرنا جس کے ذریعے خطے کے لوگوں کو اس بات سے آگاہ کیا جائے کہ ریاست خلافت کے شہریوں کو بلا امتیازِ رنگ، نسل، مذہب کس قدر زبردست حقوق اور سہولیات حاصل ہیں۔

6) تعلیم

ا) مقدمہ: پاکستان میں تعلیم غیر معیاری اور انتہائی ناقص ہے جس کے نتیجے میں بدحالی اور ترقی میں رکاوٹ پیدا ہو رہی ہے

قیام پاکستان کے وقت سے تعلیم کے شعبہ سے غفلت برتی گئی ہے جس کے نتیجے میں ہمارے لاکھوں کروڑوں بہن بھائی اچھی تعلیم کے حق سے محروم رہے ہیں جس کو اسلام نے ان کا حق قرار دیا ہے۔ خطے میں برطانیہ کے رائج کردہ استعماری تعلیمی نظام نے سائنس اور اسلامی تعلیم کو دو الگ الگ اداروں میں تقسیم کر دیا یعنی عام مروجہ اسکول اور دینی مدارس۔ اس بات کو جانے بغیر کہ اس معاملے پر اسلام کی رائے کیا ہے، اس تعلیمی نظام کو اسی طرح سے جاری و ساری رکھا گیا۔ مغربی تہذیب کے برعکس اسلام میں دینی اور دنیاوی زندگی ایک دوسرے سے جدا کوئی الگ الگ چیز نہیں ہیں۔ لیکن موجودہ تعلیمی نظام ایک طرف ایسے افراد پیدا کرتا ہے جو ''دنیاوی'' کام کرتے ہیں اور جو اسلام کو ایک فرد کا ذاتی مسئلہ سمجھتے ہیں تو دوسری جانب یہ تعلیمی نظام ایسے افراد پیدا کرتا ہے جو مذہبی پیشوائیت کا فریضہ انجام دیتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ اسلام کو دنیا کی عملی زندگی میں کیسے لاگو کیا جاتا ہے۔ تعلیمی نظام کی اس تقسیم، یعنی دین و دنیا کی جدائی کی مغربی فکر کی وجہ سے ہماری سوچ زوال پزیر ہو گئی، مغربی افکار اپنائے جانے لگے، مغربی احساسات بڑھنے لگے اور امت قابل اور لائق علمأ، دانشوروں اور سیاست دانوں سے محروم ہو گئی۔ یہی وجہ ہے کہ اب لوگ یہ کہتے ہیں کہ ''قیادت کا خلأ ہے''۔ موجودہ تعلیمی پالیسی کا مقصد اسلام کو عملی زندگی سے دور رکھنا اور اس کو صرف ایک علمی مضمون بنا دینا ہے جبکہ اسلام اس بات کو لازمی قرار دیتا ہے کہ متحرک، مخلص اور اسلامی تعلیمات سے آشنا افراد کو پیدا کیا جائے۔ لہٰذا خلافت لوگوں کی اسلام کی بنیاد پر اس طرح سے تربیت کا اہتمام کرتی ہے کہ وہ اس قابل ہوں کہ اسلام کو اپنی سیاسی اور ذاتی زندگیوں میں لاگو کر سکیں اور وہ یہ جان سکیں کہ دنیا کی زندگی کا مقصد

اسلام کو سیاسی زندگی سے بے دخل کرنا نہیں ہے بلکہ دنیا کی زندگی کا مقصد اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت یعنی ہر شعبہ زندگی میں اس کے احکامات کی پیروی کرنا ہے۔ یہ تربیت اس بات کو یقینی بناتی ہے کہ امت کے بیٹے اور بیٹیاں امت کو درپیش معاشی، سیاسی، داخلی اور خارجی معاملات کے حل اسلام سے پیش کریں۔ یہی وہ چیز ہے جس نے اسلامی تہذیب کو اس قابل کیا تھا کہ وہ ایک ہزار سال تک دنیا کے لیے روشنی کا مینار تھی۔ اسلامی ریاست نے زبردست بیٹے اور بیٹیاں پیدا کیے جنھوں نے حساب، طب، ادویات، فقہ اور فلکیات جیسے مختلف میدانوں میں بڑا نام پیدا کیا۔ عربی زبان جو اسلامی ریاست کی سرکاری زبان تھی پڑھے لکھے مرد و خواتین کی پہچان بن گئی تھی اور خلافت کے شہر تعلیم کے حصول کے لیے یورپی امرأ کے پسندیدہ ترین مقام بن گئے تھے۔

اس کے علاوہ موجودہ تعلیمی نظام غلط تدریسی طریقہ کار کو اختیار کرتا ہے یعنی تصورات کو احساسات سے اس طرح نہیں جوڑتا کہ ایک واضح تصویر بن جائے بلکہ ان تصورات کو رَٹایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امت سوچنے سمجھنے کے عقلی طریقہ کار سے ہٹ گئی جو کہ صدیوں تک اسلامی تہذیب کا خاصہ تھی۔ اس کے علاوہ اسکولوں میں مناسب سہولیات اور پیشہ ور قابل اساتذہ کی فراہمی کو یقینی نہیں بنایا گیا۔ اکثر اسکولوں میں اہم مضامین اس زبان میں پڑھائے جاتے ہیں جو کہ قرآن کی زبان نہیں یا طالب علموں کی اپنی زبان ہی نہیں ہے۔ پاکستان تعلیمی خواندگی کے لحاظ سے 2012ء میں دنیا کے 120 ممالک میں سے 113 نمبر پر تھا۔ حکومت کی پالیسی کی ناکامی اور ناکافی وسائل کی فراہمی تعلیم کے میدان میں نجی شعبے کی زبردست پیش قدمی کا باعث بنی ہے یہاں تک کے نجی یونیورسٹیاں اب ایک عام بات بن چکی ہیں جس کے نتیجے میں والدین پر معاشی بوجھ میں اضافہ ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ والدین کی اکثریت اپنے بچوں کے لیے ایک الگ گھر پر پڑھانے والے معلم یا ٹیوشن اکیڈمی کی ضرورت بھی محسوس کرتے ہیں جس کی وجہ سے تعلیم حاصل کرنے کے لیے وقت، کوشش اور پیسے میں دوگنا اضافہ ہوجاتا ہے۔ تعلیمی شعبے میں ان کمزوریوں کی وجہ سے اکثر قابل طالب علم مغربی تعلیمی اداروں میں پڑھنے کی خواہش رکھتے

ہیں جس کے نتیجے میں مسلم دنیا قابل نوجوانوں کی خدمات اور ذہانت سے محروم ہو جاتی ہے۔ پھر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ان کے پاس کوئی ایسا جواز نہیں بچتا کہ وہ پاکستان واپس جائیں کیونکہ جو تعلیم اب وہ حاصل کر چکے ہوتے ہیں اس کی پاکستان کی صنعت اور زراعت کو ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ اور ایسا اس لیے ہوتا ہے کیونکہ حکومت نے کوئی ایسا تحقیقی ادارہ قائم ہی نہیں کیا جو ایسے قابل دماغوں کو صنعتی اور زرعی شعبوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے استعمال کر سکے۔

ب) اہم سیاسی پہلو: پاکستان میں تعلیم استعماری طاقتوں کے ہاتھوں میں ایک ایسا آلہ ہے جس کے ذریعے وہ مسلمانوں کو ان کے عقیدے، اسلامی ثقافت، نشاۃ ثانیہ اور ترقی سے دور کرتا ہے

ب 1: استعماری پالیسی یہ رہی ہے کہ ایک ایسی تعلیمی پالیسی نافذ کی جائے کہ جس کے نتیجے میں مسلمانوں کو ان کے عقیدے سے الگ کر دیا جائے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ایسا تعلیمی نصاب پڑھایا جائے کہ جس میں سیکولرازم، لیبرل ازم، جمہوریت، انسان کی حاکمیت اعلیٰ اور دوسرے مغربی افکار موجود ہوں۔ اس نظام کی بنیاد برطانیہ نے اس وقت ڈالی تھی جب وہ برصغیر پر قابض تھا اور آج امریکہ، یورپ اور استعماری ادارے جیسے عالمی بینک اس کی بہت قریب سے نگرانی کرتے ہیں۔ لہٰذا جو نصابی کتب حکومت تیار کرتی ہے اور جنھیں نجی تعلیمی ادارے استعمال کرتے ہیں انھیں مغربی تعلیمی ادارے خاص پاکستان کے لیے تیار کرتے ہیں۔ ان کا یہ مقصد ہے کہ اسلام کا ایسا تصور پیدا کیا جائے کہ یہ دیگر مذاہب کی طرح محض ایک مذہب ہے۔ یہ نصاب مغربی دانشوروں، فلاسفروں اور سائنس دانوں کے کرپٹ تصورات کو نوجوانوں کے ذہن میں راسخ کرتا ہے اور مغربی ادب اور مغربی طرزِ زندگی کے متعلق محبت پیدا کرتا ہے۔ اس تعلیمی نظام کا مقصد سیکولر شخصیات کو پیدا کرنا ہے جو انسانی مسائل کے حل کے لیے صرف اور صرف مغربی سرمایہ دارانہ نظریہ حیات اور مغربی قوانین کو اختیار کریں۔

ب2: موجودہ مدرسہ نظام میں اسلام ایک نظری(Theoretical) صورت میں پڑھایا جاتا ہے اوراس کا موجودہ حقیقت (عملی زندگی) سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ کئی سالوں سے مدارس کا نصاب سکڑتے سکڑتے عبادات اوراخلاقیات سے متعلق اسلامی احکامات تک محدود ہوگیا ہے جس میں کچھ وراثت، نکاح اور طلاق کے مسائل بھی شامل ہیں۔ اسلام کے دیگر احکامات، جن کا تعلق معاملات، معیشت، خارجہ پالیسی، حکمرانی اور احتساب سے ہے، تو ان کے متعلق تغافل برتا گیا ہے۔

ب3: تحقیق، ٹیکنالوجی اور ترقی کے لیے درکار اچھے قابل اساتذہ کی تربیت کو یقینی بنانے کے لیے حکومت نے بہت کم وسائل اور سہولیات بہم پہنچائی ہیں

ج) قانونی حکم:

ج1: اسلامی ریاست امت کے بیٹوں اور بیٹیوں کی تعلیم کی ذمہ داری اٹھائے گی۔ اسلامی ریاست کا یہ ایک بنیادی فریضہ ہوگا کہ وہ ایک ایسی تعلیمی پالیسی کو نافذ کرے جس کے نتیجے میں طلبہ میں مضبوط عقلیہ اور نفسیہ کی حامل شخصیات پیدا ہوں۔ لہٰذا وہ ایک ایسا نصاب بنائے گی جس کے نتیجے میں طلبہ میں عقلی بنیادوں پر سوچنے کی صلاحیت، تجزیہ کرنے کی قابلیت اوراس بات کی خواہش پیدا ہوگی کہ وہ علم کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خوشنودی اور معاشرے کی بامعنی خدمت کے لیے حاصل کریں۔ حزب التحریر نے ریاست خلافت کے دستور کی دفعہ 171 میں اعلان کیا ہے کہ ''اسلامی عقیدے کو ہی نصابِ تعلیم کی بنیاد بنایا جائے گا تاکہ تمام معلومات کو قبول کرنے ان کی تصدیق کرنے اوران پر اعتقاد رکھنے کے حوالے سے اسلامی عقیدہ ہی وہ پیمانہ ہو جس پر منہج تعلیم کی بنیاد ہو''۔

ج2: تعلیم کے ہر مرحلے پر تجرباتی سائنس کو پڑھانے پر زور دیا جائے گا اوراس کا مقصد نئی تحقیق اور ٹیکنالوجی کو پیدا کرنا ہوگا تاکہ خلافت صنعتی ایجادات، صحت، تعمیرات اور دوسری انسانی

ضروریات کی چیزوں میں دنیا کی قیادت کرے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کو حقیقی ضرورتوں سے جوڑا جائے گا جیسے صنعت، زراعت اور صحت عامہ۔ یہی وہ عمل ہے جو امت کے ڈاکٹروں، انجینئروں اور سائنسدانوں کو ان کی قابلیت کے مطابق استعمال کرنے کا باعث بنے گا۔ یہ امت کے قابل بیٹوں اور بیٹیوں کو اس بڑے مقصد یعنی اللہ کی عبادت سے جوڑے گا جس کے نتیجے میں تخلیقی صلاحیتوں اور پیداوار میں زبردست اضافہ ہوگا اور خلافت دنیا کی طاقتور ترین ریاست بن سکے گی۔ جہاں تک ثقافتی علوم کا تعلق ہے تو یہ پرائمری اور سیکنڈری کی سطح پر ایک خاص پالیسی کے مطابق اس طرح پڑھائے جائیں گے کہ وہ اسلامی تصورات اور احکامات سے متصادم نہ ہوں۔ اعلیٰ تعلیم میں یہ ثقافتی علوم دوسرے تمام علوم کی طرح ہی پڑھائے جائیں گے لیکن اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ وہ تعلیمی پالیسی اور اس کے مقصد سے ہٹ کر نہ ہوں۔ حزب التحریر نے ریاست خلافت کے دستور کی دفعہ 174 میں ثقافتی سائنسز کے متعلق اعلان کیا ہے کہ ''ان چیزوں کی تعلیم جن سے عقائد فاسد ہوتے ہیں یا عقائد کمزور ہوتے ہیں، بچوں کے اذہان پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس وجہ سے ان چیزوں کی تعلیم ابتدائی دو مرحلوں میں ممنوع ہوگی۔ یعنی ابتدائی اور ثانوی مرحلے میں''۔

ج3: دنیاوی سائنسی علوم کے ساتھ ساتھ عربی اور اسلامی علوم پر بھی اتنی ہی توجہ دی جائے گی تا کہ بچے دینِ اسلام کے بنیادی ارکان کو مضبوطی سے اختیار کر سکیں اور اسلام کو اپنی عملی زندگی میں لاگو کر سکیں۔ اسلامی ثقافت تعلیمی سفر کے ہر مرحلے پر پڑھائی جائے گی۔ ہم اپنے سب سے زیادہ قابل بیٹے اور بیٹیوں کو اس جانب راغب کریں گے کہ وہ فقیہ بنیں تا کہ اسلام کی عملی زندگی سے تعلق کی سمجھ بوجھ بہترین ہاتھوں میں رہے۔ جیسا کہ حزب التحریر نے ریاستِ خلافت کے دستور کی دفعہ 173 میں اعلان کیا ہے کہ ''سکول کے مراحل میں ان علوم و معارف کو پڑھانے کا مقصد طالب علم کی ایسی اسلامی شخصیت کو پروان چڑھانا ہے جو زندگی میں علمی معرکے کا شہسوار ہونے کے لیے تیار ہو یعنی ممتاز شخصیت بننے کے لیے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے تیار ہو تا کہ اسلامی امت

علمی اور فکری لحاظ سے اعلیٰ مقام پر فائز ہو سکے اور دنیا کی قیادت سنبھالنے کی اہل ہو جائے۔ تمام انسانوں کو کفر کی ظلمتوں سے اسلام کے نور کی طرف لائے اور خود ساختہ قوانین کے ظلم سے نکال کر انسانوں کو شریعت اسلامی کے عدل کے سائے میں لائے"۔ اسی طرح دفعہ 175 میں لکھا کہ "اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا فعل ہے۔ آپ مردوں، عورتوں، بوڑھوں اور جوانوں سب کو اسلام کے احکامات سکھاتے تھے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام ہر نسل اور ہر عمر کے لیے ہے اس لیے تمام تعلیمی مراحل میں اسلام کی تعلیم دی جائے گی"۔

ج4: ریاست خلافت اسکولوں کے لیے سہولیات اور اساتذہ کے لیے تربیتی پروگرام کا بندوبست کرے گی تاکہ ان کے مضمون کے علم میں اضافہ کیا جا سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ انھیں پڑھانے کے مختلف طریقہ کار سے بھی روشناس کرایا جائے گا جس کے نتیجے میں طلبہ کے لیے اس مضمون کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ تعلیم پرائمری کی سطح سے لے کر یونیورسٹی کی سطح تک فراہم کی جائے گی اور ہمیشہ تحقیق کو زیادہ فوقیت دی جائے گی۔ جہاں تک تعلیمی شعبہ پر اٹھنے والے اخراجات کا تعلق ہے تو خلافت تعلیمی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے شریعت کے اصولوں کے مطابق محاصل اکٹھے کرے گی تاکہ تعلیمی میدان میں تیز رفتار ترقی ممکن ہو سکے۔ خلافت عوامی اثاثوں سے بہت بڑی تعداد میں محصول حاصل کرے گی جیسے توانائی یا ریاستی ادارے جیسے بڑے بڑے تعمیراتی ادارے یا بھاری مشینری بنانے والے ادارے۔ خلافت انکم ٹیکس اور سیلز ٹیکس جیسے ظالمانہ ٹیکسوں کا خاتمہ کرے گی جو معاشی سرگرمیوں کی نمو میں رکاوٹ بنتے ہیں۔ خلافت استعماری ممالک اور ان کے اداروں کو سودی قرضوں کی واپسی سے انکار کر دے گی جو پاکستان کے اخراجات کا ایک تہائی تک کا حصہ کھا جاتے ہیں اور یہ بات بھی علم میں رہے کہ مسلسل سود کی ادائیگی کی وجہ سے یہ قرضے اصل رقم کے ساتھ کئی بار ادا کیے جا چکے ہیں۔ اگر ان تمام اقدامات کے باوجود تعلیم کے شعبے کے لیے کافی وسائل میسر نہ ہوں تو ریاست اپنے اس فرض کی ادائیگی کے لیے ایک ہنگامی ٹیکس لگائے گی جو صرف اُنہی لوگوں سے وصول کیا جائے گا جو اپنی بنیادی ضروریات اور آسائشوں کو پورا کرنے کے

بعد بھی مال رکھتے ہیں۔خلافت امت کو ایک بار پھر پوری دنیا کے لیے علم کی روشنی کا مینار بنا دے گی جیسا کہ اس سے پہلے بھی امت کے پاس یہ اعزاز کئی صدیوں تک موجود رہا تھا۔حزب التحریر نے ریاست خلافت کے دستور کی دفعہ 179 میں اعلان کیا ہے کہ "جس کام کے بغیر کوئی واجب ادا نہیں ہوتا، وہ کام بھی واجب ہوتا ہے۔لائبریریاں، لیبارٹریاں، اور علم حاصل کرنے کے دوسرے تمام وسائل کا تعلق امت کی دیکھ بھال سے ہے جو خلیفہ پر فرض ہے اور وہ اس کا ذمہ دار ہے۔اگر اس میں کوتاہی کرے گا تو اس کا احتساب ہوگا"۔

نوٹ: خلافت کے قیام کے فوراً بعد اس پالیسی کو نافذ کیا جائے گا۔اس پالیسی کے قرآن وسنت سے تفصیلی دلائل جاننے کے لیے حزب التحریر کی جانب سے جاری کیے گئے ریاستِ خلافت کے دستور کی دفعات 170 سے 180 تک سے رجوع کریں۔متعلقہ آئینی دفعات کو دیکھنے کے لیے اس ویب سائٹ لنک کو دیکھیں:

http://htmediapak.page.tl/policy-matters.htm

د) پالیسی:

د1: پرائمری اور سیکنڈری کی سطح تک تعلیم ہر بچے اور بچی کو مفت فراہم کی جائے گی۔اگر ممکن ہوا تو خلافت یونیورسٹی کی سطح کی تعلیم بھی مفت یا بہت کم فیس کے ساتھ فراہم کرے گی۔

د2: صرف ایک ہی نصاب ہوگا جو کہ ریاست کی جانب سے بنایا اور فراہم کیا جائے گا اور اس کے علاوہ ریاست میں کسی دوسرے نصاب کی بنیاد پر تدریس کی اجازت نہیں ہوگی۔نجی اسکول بھی کام کر سکیں گے اگر وہ اسی نصاب کو اختیار کریں جس کو ریاست نے بنایا ہے، ریاست کی تعلیمی پالیسی اور اس کے اہداف کے حصول کے لیے کام کریں، طالب علموں اور طالبات اور مرد اور خواتین اساتذہ کے درمیان اختلاط سے پرہیز کریں اور مذہب، مسلک، زبان یا نسل کے امتیاز کے بغیر داخلہ فراہم کریں۔

د3: تعلیمی نصاب صرف اور صرف اسلامی اقدار کو فروغ دے گا اور اس میں کسی ایسے تصور کو شامل نہیں کیا جائے گا جو مسلمانوں کو دین کی صحیح فہم سے دور لے جانے کا باعث بن سکتا ہو۔

د4: اساتذہ کو بہترین تربیت فراہم کی جائے گی تا کہ وہ طالب علموں میں عقلی بنیادوں پر سوچنے، تخلیقی صلاحیتوں کو ابھارنے اور تعلیم نظام کے مقصد یعنی اسلامی شخصیت کی تشکیل کے ہدف کو حاصل کر سکیں۔

د5: لائبریریوں، تجربہ گاہوں اور تحقیقی اداروں کے لیے وسائل مہیا کیے جائیں گے۔ طلبہ کو اس بات کی ترغیب دی جائے گی کہ وہ مسلم علاقوں میں رہیں تا کہ مسلم امت کی ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

7) بلوچستان

ا) مقدمہ: بلوچستان اوراس کے لوگ امت مسلمہ اور پاکستان کا ایسا تاج ہیں جن کا خیال نہیں رکھا گیا

بلوچستان اور اس کے لوگ امت مسلمہ کا تاج ہیں۔اس کے لوگوں نے اس طرح اسلام قبول کیا کہ پوراصوبہ خلافت راشدہ کا حصہ بن گیا۔اس کے لوگ اسلام پر بہت مضبوطی سے قائم اوراس سے مخلص ہیں۔انھوں نے برطانوی استعمار کے حملے کی زبردست مزاحمت کی تھی۔یہ عزت دار اور شاندارلوگ ہیں جو آج بھی اسلام سے محبت کرتے ہیں۔ بلوچستان کی سرزمین پاکستان کے کل رقبے کا چالیس فیصد سے بھی زیادہ ہے لیکن اس کی آبادی تقریباً سات فیصد ہے۔یہ افغانستان کی سرحد پر واقع ہے جس کی وجہ سے افغانستان، وسطی ایشیاء اوراس سے بھی آگے تک کے علاقوں میں استحکام کے لیے اس کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔بلوچستان میں گوادار کی بندرگاہ ہے جس کی وجہ سے ہماری بحری قوت اوراستعداد میں بہت اضافہ ہوا ہے۔بلوچستان میں اس قدر گیس موجود ہے کہ وہ پاکستان کی ضرورت کا ایک تہائی گیس فراہم کرتا ہے۔سینڈک کی کانوں سے یومیہ پندرہ ہزارٹن تانبہ کچی دھات حاصل ہوتی ہے اوراگر ریکوڈک کی کانوں کو بھی بہتر طریقے سے سنبھالا جائے تو پاکستان دنیا کا صف اول کا تانبے کی پیداوار دینے والا ملک بن جائے۔اسی طرح دنیا کے صف اول کا سونے کی پیداوار دینے والا ملک بھی بن جائے کیونکہ ایک محتاط اندازے کے مطابق پاکستان میں 21 ملین اونس سونے کے ذخائر موجود ہیں۔لیکن اس کے باوجود بلوچستان ان تمام چیزوں سے محروم رہا ہے جس کو اسلام نے بنیادی ضرورت قرار دیا ہے یعنی خوراک،لباس اور رہائش۔ بلوچستان ان چیزوں سے بھی محروم رہا ہے جن کو فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے جیسے سڑکوں،صحت اور تعلیم کی سہولت۔ان تمام باتوں سے بڑھ کر بلوچستان کے باشندے بہت پریشانیوں کا شکار رہے ہیں چاہے ان کا تعلق کسی بھی مسلک،نسل یا زبان سے

ہو۔انھیں تسلسل سے قتل کیا جار ہا ہے۔اس لا پرواہی کا سلسلہ برطانوی راج کے حملے کے وقت سے جاری ہے۔ برطانیہ نے صرف اپنے اقتدار کے مرکز میں ترقیاتی کام کیے لیکن باقی پورے صوبے کو نظرانداز کر دیا تا کہ وہ محروم، مفلوق الحال لوگوں کو اپنی طاقت کے بل بوتے پر قابو میں رکھ سکے۔

ب) اہم سیاسی پہلو: بلوچستان کی بدحالی کی وجہ استعماری طاقتوں کا منصوبہ ہے

امریکہ کا بلوچستان کے لیے منصوبہ بالکل وہی ہے جو برطانیہ کا تھا یعنی طاقت کے ذریعے ریاست کی رٹ کو قائم کرنا، وسائل کو لوٹنا اور مقامی آبادی کو محروم اور بدحال رکھنا۔امریکہ اپنے اس منصوبے کو پاکستان کی فوجی وسیاسی قیادت میں موجود غداروں کے ذریعے کئی دہائیوں سے نافذ کر رہا ہے۔

ب 1: امریکہ پاکستان میں جمہوری نظام کی حمائت کرتا ہے جبکہ یہ نظام ریاست میں موجود چھوٹے گروہوں سے لا پرواہی برتتا ہے۔جمہوریت کا تصور ہی اکثریت کی بات کرتا ہے لہذا چھوٹے گروہ چاہے وہ زبان کی بنیاد پر ہوں یا رنگ، نسل اور مذہب، ان سے متعلق لا پرواہی ہی برتی جاتی ہے۔جمہوریت اس بات کی حوصلہ افزائی کرتی ہے کہ چھوٹے گروہ قومیت اور فرقے کی بنیاد پر اکٹھے ہوں تا کہ وہ اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کر سکیں۔اور پھر امریکہ استعمار کی "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کی پالیسی کے تحت قوم پرستی اور فرقہ واریت کو سیاسی اور مالی مدد فراہم کر کے ہوا دیتا ہے۔

ب 2: امریکہ کے بلوچستان میں معاشی مفادات بھی ہیں۔مشرف کی حکومت کے دوران امریکی صدر نے اس امریکی خواہش کا اظہار کیا تھا کہ غیر ملکی کمپنیاں بلوچستان کے وسیع خزانوں کو نکالیں۔اوران کمپنیوں نے کیانی زرداری کے دور میں اپنی سرگرمیوں کو مزید تیز کر دیا ہے۔

ب 3: امریکہ کے بلوچستان اور ہمسائیہ افغانستان میں سٹریٹیجک مفادات ہیں۔امریکہ ہر صورت افغانستان میں 2015 کے بعد بھی اپنی فوجوں کی موجودگی کا خواہش مند ہے اگر چہ وہ اس وقت

اس کے برخلاف بات کہتا ہے۔امریکہ نے بلوچستان کے دارلحکومت ،کوئٹہ، سے افغانستان کے لیے کٹھ پتلی صدر، کرزئی کو، ملازمت کے لیے اس وقت چنا تھا جب کرزئی وہاں رہتا تھا ۔اس نے چمن کی سرحد پر امریکی میرینز کو بٹھایا ہوا ہے۔اس کی اس خطے میں انٹیلی جنس موجود ہے اور اس کی افواج نے بلوچستان میں موجود فوجی اڈوں کو اپنی ائرفورس اور ڈرونز کے لیے استعمال کیا ہے۔اس کا ریمنڈ ڈیوس نیٹ ورک بھی اس خطے میں موجود ہے جو کیانی اور زرداری حکومت کی اعانت سے اس خطے میں قاتلانہ حملوں اور بم دھماکوں کی نگرانی کرتا ہے۔

ب4: بلوچستان میں اپنی موجودگی کو برقرار رکھنے کے لیے امریکہ کو افواج پاکستان کی مدد و اعانت درکار ہے۔اس نے صوبے میں فتنے کا ماحول پیدا کیا ہے تا کہ افواج کو مجبوراً اس علاقے میں جانا پڑے۔نتیجتاً، ہماری افواج وہاں پھنس جائیں اور ہمارے لوگ اس فتنے کی آگ میں جلتے رہیں تا کہ امریکہ بغیر کسی پریشانی کے اپنے مفادات کی تکمیل کر سکے۔

ج) قانونی حکم: بلوچستان کے تحفظ اور خوشحالی سے متعلق اسلام کے احکامات

ج1: اسلام جمہوری طرز حکمرانی کا خاتمہ کرے گا جس کے نتیجے میں بلوچستان کی یہ صورتحال ہوئی ہے۔خلافت کوئی پولیس سٹیٹ نہیں ہوتی جو طاقت کی بنیاد پر اپنے شہریوں پر حکمرانی کرے اور انھیں ظلم وستم ،اغوا اور تشدد کا نشانہ بنائے۔ریاست کے شہریوں کے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے متعین کردہ حقوق ہیں۔خلافت بلا امتیاز نسل یا مسلک کے اپنے شہریوں کی وفاداری اس لیے حاصل کر پاتی ہے کیونکہ جو چیز لوگوں کو سب سے زیادہ عزیز ہے خلافت اس کی بنیاد پر حکمرانی کرتی ہے یعنی اسلام اور خلافت جو کچھ نافذ کرتی ہے اس کا ثبوت قرآن وسنت سے ثابت کرتی ہے جو اس کے شہریوں کو مزید مطمئن کر دیتا ہے۔اس کے علاوہ خلافت کا نظام وحدت پر مبنی اسلام کا نظام ہے جو اپنے تمام شہریوں پر صرف اور صرف اسلام کی بنیاد پر حکومت کرتا ہے چاہے ان کا تعلق اکثریتی گروہ سے ہو یا اقلیتی گروہ سے۔اسلام مختلف رنگ، نسل اور زبان کے لوگوں کو محبت اور رحم دلی کے

ایسے جذبے میں جوڑ دیتا ہے کہ انھیں ایک امت میں تبدیل کر دیتا ہے جیسا کہ اس سے قبل خلافت کے دور میں ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ امن اور حقوق کے تحفظ کی وجہ سے خلافت کے غیر مسلم شہری بھی اس کے زبردست وفادار ہوتے ہیں۔

حزب التحریر نے ریاست خلافت کے دستور کی دفعہ 6 میں اعلان کیا ہے کہ ''ریاست کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شہریوں کے مابین حکومتی معاملات عدالتی فیصلوں، لوگوں کے معاملات کی دیکھ بھال اور دیگر امور میں امتیازی سلوک کرے، بلکہ اس پر فرض ہے کہ وہ تمام افراد کو رنگ نسل اور دین سے قطع نظر ایک ہی نظر سے دیکھے''۔ اور دستور کی دفعہ 13 میں لکھا ہے کہ ''بری الذمہ ہونا اصل ہے عدالتی حکم کے بغیر کسی شخص کو سزا نہیں دی جا سکتی، کسی بھی شخص پر کسی بھی قسم کا تشدد جائز نہیں، جو اس کا ارتکاب کرے گا اس کو سزا دی جائے گی''۔

ج2: خلافت وفاقی نظام نہیں ہے بلکہ یہ وحدت پر مبنی نظام ہے۔ لہذا کسی ایک خطے میں سرمایہ کاری صرف اس خطے کی آبادی، غربت اور رقبے کو دیکھتے ہوئے نہیں کی جاتی بلکہ اس کا فیصلہ لوگوں کی ضرورت کو مدنظر رکھ کر کیا جاتا ہے جس میں خوراک، لباس، رہائش، تعلیم، صحت، ذرائع آمدورفت اور مواصلات شامل ہیں۔ عوامی اثاثے جیسے گیس، تانبہ اور سونا وہ ذخائر ہیں جن کو تمام شہریوں کے فائدے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔ ان اثاثوں کو عوام سے چھین کر ملکی اور غیر ملکی نجی کمپنیوں کو اپنی دولت بڑھانے کے لیے نہیں دیا جاتا۔

حزب التحریر نے ریاست خلافت کے دستور کی دفعہ 16 میں اعلان کیا ہے کہ ''نظام حکومت وحدت کا نظام ہے اتحاد کا نہیں''۔ حزب التحریر نے اپنی کتاب ''ریاست خلافت کے انتظامی امور'' میں لکھا ہے کہ ''تمام انتظامی یونٹس (ولایہ) کے محاصل اور ان کے بجٹ بھی ایک جیسے ہوں گے۔ اگر ایک ولایہ (صوبہ) کے محاصل سے حاصل ہونے والی رقم اس کے اخراجات سے دوگنا بھی ہوں تب بھی اس ولایہ میں خرچ اس کی ضرورت کے مطابق ہوگا نہ کہ اس کے محاصل کے مطابق۔ اسی طرح کسی ولایہ (صوبہ) کی اخراجات اس کے محاصل سے سے زیادہ ہوں تو اس

کے اخراجات کے مطابق خرچ کرنے کے لیے عمومی بجٹ سے رقم لے کر خرچ کی جائے گی''۔

ج3: اسلام بلوچستان میں استعماری مداخلت کا خاتمہ کردے گا جو فساد اور انتشار کی بنیاد ہے۔ بلوچستان میں غیر ملکی مداخلت کے مسئلے کو خلافت میں فیصلہ کن طریقے سے ہمیشہ کے لیے ختم کردیا جائے گا۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے تمام امریکی قونصل خانوں اور سفارت خانوں کو بند اور اس کے تمام اہلکاروں کو ملک بدر کردیا جائے گا۔ ریاستِ خلافت کے اندر غیر ملکی حربی طاقتوں کے اہلکاروں کے تمام رابطوں کو ختم کر دیا جائے گا تاکہ ان کے اثر و رسوخ کا خاتمہ ہو جائے۔

حزب التحریر نے ریاست خلافت کے دستور کی دفعہ 189 کی شق 3 میں اعلان کیا ہے کہ ''وہ ریاستیں جن کے ساتھ ہمارے کوئی معاملات نہیں یا ستعماری ممالک جیسے برطانیہ، امریکا، اور فرانس یا وہ ممالک جو ہمارے علاقوں پر نظریں جمائے ہوئے ہیں، جیسے روس۔ یہ ریاستیں ہمارے ساتھ حکماً متحارب (جنگی حالت میں) ہیں۔ ان کے حوالے سے ہر طرح کی احتیاط برتی جائے گی۔ ان کے ساتھ کسی بھی قسم کے سفارتی تعلقات استوار کرنا صحیح نہیں ہوگا۔ ان ریاستوں کے شہری ہمارے علاقوں میں پاسپورٹ اور خصوصی اجازت اور ہر شخص کے لیے الگ ویزے کے ساتھ داخل ہو سکتے ہیں ماسوائے کہ ان سے عملاً جنگ شروع ہو جائے''۔ البتہ اگر وہ دار الحرب فعلاً بن جائیں یعنی وہ ہماری کسی ملک پر حملہ کردیں یا ہماری زمین پر قبضہ کرلیں تو پھر ہم ان ریاستوں پر دار الحرب فعلاً ریاستوں کے قوانین کو لاگو کریں گے۔

نوٹ: خلافت کے قیام کے فوراً بعد اس پالیسی کو نافذ کیا جائے گا۔ اس پالیسی کے قرآن وسنت سے تفصیلی دلائل جاننے کے لیے حزب التحریر کی جانب سے جاری کیے گئے ریاستِ خلافت کے دستور کی دفعات 189,16,13,6 کی طرف رجوع کریں۔

د) پالیسی: بلوچستان کو اس کا اصل مقام دلانا

د1: اس خطے میں بسنے والے مسلمانوں کی وفاداری کو یقینی بنانے کے لیے اسلام کو نافذ کیا جائے گا

جو انھیں سب سے زیادہ عزیز ہے۔ غیر مسلموں کی وفاداری کو یقینی بنانے کے لیے انھیں وہ تمام حقوق دیے جائیں گے جو اسلام نے ان کے لیے لازمی قرار دیے ہیں۔

د2: ریاست کو لاحق اصل اندرونی خطرے یعنی امریکہ کی موجودگی کا مکمل خاتمہ کر دیا جائے گا۔

د3: پاکستان کے وسیع قدرتی وسائل کی نجکاری نہیں کی جائے گی بلکہ انھیں عوامی اثاثہ جات قرار دے کر بہت بڑی رقم حاصل ہوگی جس کو تمام خطوں کی ترقی کے لیے استعمال کیا جائے گا۔

8) کراچی

ا) مقدمہ: کراچی ایک سیاسی،نظریاتی اور معاشی طاقت کا مرکز بننے کی اہلیت رکھتا ہے لیکن ایک کے بعد دوسرے امریکی ایجنٹ حکمران نے ایک پالیسی کے تحت کراچی کو اس کے کردار کی ادائیگی سے روک رکھا ہے۔

کراچی جس کی آبادی دو کروڑ کے لگ بھگ ہے، آبادی کے لحاظ سے دنیا کا تیسرا بڑا شہر، پاکستان کا سب سے بڑا شہر، پاکستان کا سابق دارلحکومت اور ایک ساحلی شہر ہے جس کے پاس دو بندرگاہیں ہیں۔تقریباً ہر دس پاکستانیوں میں سے ایک کا تعلق کراچی سے ہے۔اس شہر میں پشاور اور کابل سے بھی زیادہ پشتون مسلمان بستے ہیں۔اس کے علاوہ بلوچ اور پنجابی مسلمان بھی بڑی تعداد میں بستے ہیں۔کراچی کی آبادی کا بڑا حصہ اردو بولنے والے،مہاجر،مسلمانوں کی آبادی پر مشتمل ہے جو تقسیم ہند کے وقت شمالی ہندوستان سے ہجرت کر کے پاکستان آئے تھے۔ پانچ سو سال سے بھی زائد عرصے تک یہ اردو بولنے والے مسلمان برصغیر میں اسلامی حکومت میں اہم ترین کردار ادا کرتے رہے۔اس کے علاوہ برصغیر پر دو سو سالہ برطانوی راج کے خلاف برپا ہونے والی مزاحمت میں بھی اہم ترین کردار ادا کرتے رہے۔لہذا کراچی کے مسلمانوں کا نہ صرف پورے پاکستان سے قدرتی رابطہ اور تعلق ہے بلکہ ان کا ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں سے بھی تعلق اور روابط ہیں۔ایک طرح سے کراچی قدرتی طور پر پورے پاکستان کو سیاسی و نظریاتی طاقت فراہم کرتا ہے۔کراچی میں بندرگاہیں بھی ہیں جو اس خطے کو مشرق وسطی کے مسلم علاقوں سے جوڑتی ہیں اور پاکستان کے تمام علاقوں کی معاشی زندگی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ پاکستان کی صنعتوں کا ایک تہائی کراچی میں واقع ہے اور اس کی معیشت بہت متحرک اور وسیع ہے۔لیکن اقتدار میں آنے والی ہر حکومت نے کراچی کو اسلام کی قوت سے محروم کر کے اس خطے میں کراچی کو اس کے قدرتی

کردار کی ادائیگی سے روکا ہے۔ایجنٹ حکمرانوں نے اس شہر میں لسانی اور فرقہ وارانہ تقسیم پیدا کی اور مسلسل فسادات کے ذریعے اس کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے۔حکمرانوں کے انتہائی منفی کردار کے باوجود کراچی نے ہر اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے جو اس خطے کے مسلمانوں کے لیے انتہائی اہم تھیں، چاہے ہندوستان سے جنگ ہو یا اسلامی تحریکوں کی پرورش اور ان کو پروان چڑھانا یا ملک میں آنے والے زلزلوں اور سیلابوں کے دوران اپنے بھائیوں کی بھرپور مدد و معاونت ہو یا رفاحی کاموں کے لیے سرمائے کی فراہمی، ہر اہم موقع پر اس شہر اور اس کے رہنے والوں نے اپنا بھرپور حصہ ڈالا ہے۔

ب) اہم سیاسی پہلو: کراچی کو مفلوج کرنے کا مقصد

ب 1: جمہوریت حقیقت میں صرف ان لوگوں کے مفادات کا تحفظ کرتی ہے جو اقتدار میں ہوں کیونکہ وہی اس بات کا فیصلہ کرتے ہیں کہ باقی تمام لوگوں کے لیے کیا صحیح ہے اور کیا غلط۔ایک طرف جمہوریت ایک پوری آبادی سے لاتعلق ہو جاتی ہے اور انھیں مسائل کی دلدل میں دھکیل دیتی ہے جبکہ دوسری جانب جمہوریت اقتدار میں بیٹھے لوگوں کو دوسروں کے حقوق کو غصب اور ان کے خلاف جرائم کرنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔کراچی میں جرائم پیشہ عناصر اور گروہوں کو سیاسی جماعتوں کے ذریعے ریاست کی مکمل پشت پناہی حاصل ہے۔یہ پشت پناہی ریاستی اداروں پر اثر و رسوخ کے ذریعے کی جاتی ہے جیسے پولیس اور عدلیہ پر اثر انداز ہو کر، اسمبلیوں کے ذریعے قوانین بنوا کر اور انتظامی احکامات کے اجرأ کے ذریعے۔ جمہوریت طاقتور گروہوں، قانون سازوں اور حکومتی مشینری کے درمیان تعلق کی حوصلہ افزائی کرتی ہے لہذا اس حقیقت میں کوئی حیرت کی بات نہیں کہ کراچی میں جرائم پیشہ عناصر مکمل تحفظ کے ساتھ کھلے عام دندناتے پھرتے ہیں۔

ب 2: جمہوری نظام میں لوگوں کا خصوصاً نسل کی بنیاد پر جماعتیں تشکیل دینا جمہوریت کا اہم مظہر ہے کیونکہ اکثریتی گروہوں کی ضروریات کو اقلیتی گروہوں کی ضروریات پر فوقیت دی جاتی ہے۔ پھر

یہ لسانی گروہ اپنے حقوق اور ریاست کے مال میں اپنے حصے کے حصول کے لیے دوسرے گروہوں سے لڑتے ہیں۔ یہ صورتحال ریاست کے مختلف شہریوں کے درمیان دشمنی کو ہوا دیتی ہے اور معاشرے میں اس تقسیم کو قوت فراہم کرتی ہے۔اور کراچی کئی دہائیوں سے لسانی نفرتوں کی آگ میں جل رہا ہے۔

ب3: امریکہ اور سیاسی وفوجی قیادت میں موجود اس کے ایجنٹ اس بات کو یقینی بناتے ہیں کہ کراچی مسلسل اس دشمنی کی آگ میں جلتا رہے۔ وہ نا صرف موجودہ استعماری جمہوری نظام کی بقأ کو یقینی بناتے ہیں بلکہ براہ راست رابطہ کر کے لسانی جماعتوں کو قائم کرنے کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ کراچی میں موجود لسانی گروہوں کو استعمال کر کے بلوچستان تک میں لسانی فرقہ واریت کی آگ کو بھڑکانے میں امریکی قونصلیٹ نے اہم کردار ادا کیا ہے۔انھوں نے دہشت گردی کے خلاف اپنی جنگ کو کراچی تک پھیلانے کی تیاریاں کر لی ہیں۔اس طرح استعماری طاقت شہر میں افراتفری پیدا کرتی ہے اور پھر اپنے مفادات کو درپیش خطرات کو ختم کرتی ہے جیسے ان مخلص سیاست دانوں کا قتل جو مسلمانوں کے خلاف امریکی جنگ کے خلاف اپنی آواز بلند کرتے ہیں۔

ج) قانونی حکم: دشمنی کا خاتمہ اور کراچی کے مختلف گروہوں کے درمیان یگانگت اور بھائی چارہ

ج1: جس طرح یثرب کے لوگ تقسیم اور مصیبت زدہ تھے اور انھوں نے صرف اسی صورت میں امن اور خوشحالی کا منہ دیکھا جب انھوں نے اسلام قبول کیا اور یثرب کو مدینے میں تبدیل کر کے پہلی اسلامی ریاست قائم کی، بالکل اسی طرح کراچی بھی صرف اسلام کی حکمرانی میں ہی امن اور خوشحالی کا دور دیکھ سکتا ہے۔تمام مسلمانوں کے درمیان واحد مشترک چیز اسلام ہے چاہے وہ کسی بھی نسل یا مسلک سے تعلق رکھتے ہوں۔شریعت وہ قانون ہے جو ان کے عقیدے، اسلام پر مبنی ہے۔اسلام احکامات اور حرمات کا مجموعہ ہے جس کو اللہ نے قرآن اور سنت کی شکل میں نازل کیا۔خلافت

حکمران کو رعایا پر فوقیت نہیں دیتی اور نہ ہی ایک لسانی یا مسلکی گروہ کو کسی دوسرے لسانی یا مسلکی گروہ پر فوقیت دیتی ہے۔ جمہوریت میں صرف ان علاقوں میں ترقیاتی کام کیے جاتے ہیں جو حکومتوں کے مرکز ہوتے ہیں، جہاں حکمران رہتے ہیں یا وہ لوگ رہتے ہیں جن کی حمائت کی وجہ سے حکمرانوں کا اقتدار قائم ہوتا ہے۔ لیکن خلافت پورے معاشرے کے معاملات کی نگہبانی اس طرح سے کرتی ہے جیسا کہ کی جانی چاہیے۔ لہٰذا خلافت نہ صرف کراچی سمیت تمام نظر انداز کیے گئے بڑے شہروں کی ترقی کو یقینی بنائے گی بلکہ چھوٹے شہروں اور گاؤں دیہاتوں کی ترقی کو بھی یقینی بنائے گی جس کے نتیجے میں صحت اور تعلیم جیسی بنیادی سہولتوں کے حصول کے لیے بڑے شہروں کی جانب ہجرت کے سلسلہ میں کمی واقع ہوگی بلکہ شہروں میں آبادی کے بڑھتے ہوئے مسئلہ کا بھی خاتمہ ہوگا۔

جیسا کہ حزب التحریر نے ریاست خلافت کے دستور کی دفعہ 7 میں اعلان کیا ہے کہ "ریاست ان تمام افراد پر جو اسلامی ریاست کے شہری ہوں مسلم ہوں یا غیر مسلم حسب ذیل طریقے سے اسلامی شریعت نافذ کرے گی: ا) مسلمانوں پر بغیر کسی استثناء کے تمام اسلامی احکامات نافذ کرے گی۔ ب) غیر مسلموں کو ایک عام نظام کے تحت ان کے عقیدے اور عبادت کی آزادی دی جائے گی"۔

ج2: خلافت میں سیاسی جماعتیں کسی لسانی بنیاد پر نہیں بلکہ صرف اور صرف اسلام کی بنیاد پر قائم ہوسکتی ہیں۔ سیاسی جماعتوں سمیت کسی بھی فرد یا حکومتی اہل کار کو غیر ملکی سفارت کاروں سے رابطہ رکھنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ کافر حربی ممالک کے سفارت خانوں اور قونصل خانوں کو بند کر دیا جائے گا۔

جیسا کہ حزب التحریر نے ریاست خلافت کے دستور کی دفعہ 21 میں اعلان کیا ہے کہ" حکام کے احتساب یا امت کے ذریعے حکومت تک پہنچنے کے لیے سیاسی پارٹیاں بنانے کا حق مسلمانوں کو حاصل ہے بشرطیکہ ان پارٹیوں کی بنیاد اسلامی عقیدہ ہو اور جن احکامات کی یہ پارٹیاں

تبنی کرتی ہوں وہ اسلامی احکامات ہوں۔کوئی پارٹی بنانے کے لیے کسی N.O.C(اجازت) کی ضرورت نہیں، ہاں ہر وہ پارٹی ممنوع ہوگی جس کی اساس اسلام نہ ہو"۔

ج3: معاشرے کی عمومی فضاً اسلام کی بنیاد پر ہوگی جو تمام لسانی اکائیوں کے درمیان مشترک رشتہ ہے۔تعلیمی نظام، میڈیا، حکمرانوں کا طرزِ عمل اور امت جوان کا احتساب کرے گی، ان سب کی بنیاد اسلامی عقیدہ ہوگی جس کے نتیجے میں لسانیت پر مبنی پست سوچ کا خاتمہ ہو جائے گا۔اس کے علاوہ اگر چہ علاقائی زبانیں موجود ہوں گی لیکن ریاست کی سرکاری زبان صرف عربی ہوگی جو کہ قرآن کی زبان ہے، اللہ کے رسول ﷺ کی زبان ہے اور قانون کی زبان ہے۔اس کے نتیجے میں زبان کی بنیاد پر اس کشیدگی کا خاتمہ ہو جائے گا جس کا پاکستان کو اس کے قیام کے وقت سے سامنا ہے۔ریاست خلافت کے دستور کی دفعہ 8 میں لکھا ہے کہ "عربی زبان چونکہ اسلام کی زبان ہے، اس لیے ریاستی زبان صرف عربی ہی ہوگی"۔

نوٹ: خلافت کے قیام کے فوراً بعد اس پالیسی سے متعلق دفعات کو نافذ کیا جائے گا۔ ان دفعات کے قرآن وسنت سے تفصیلی دلائل جاننے کے لیے حزب التحریر کی جانب سے جاری کیے گئے ریاستِ خلافت کے دستور کی دفعات 21,8,7 سے رجوع کریں۔

د) پالیسی: کراچی کو اس کی مکمل استعداد کا حامل بنایا جائے گا

د1: اسلام کا مکمل نفاذ، جو کہ تمام مسلمانوں کے درمیان ایک مشترک رشتہ ہے، لوگوں کے درمیان ہم آہنگی لائے گا اور کراچی تمام لسانی نفرتوں سے چھٹکارا حاصل کر کے اسلام کے زیر سایہ ترقی کی منازل طے کرے گا۔ خلافت اپنے تمام شہریوں کے معاملات کا ،بلا امتیاز رنگ، نسل، مذہب، مسلک یا جنس، خیال اور تحفظ کرے گی۔

د2: سیاسی جماعتیں اسی وقت تک کام کر سکیں گی جب تک وہ اسلام کے اصولوں کو اپنائیں گی اور امت کے درمیان لسانی نفرتوں کے بیج نہیں بوئیں گی۔ان کے اراکین غیر ملکی سفارت کاروں سے کسی قسم کا رابطہ نہیں رکھ سکیں گے اور تمام کافر حربی ممالک کے سفارت خانوں کو بند کر دیا جائے گا۔